نعتیات
ریاض مجید
نعتیات
ریاض مجید

نعتیات

ریاض مجید

سلسلہ اشاعت:

تاریخ اشاعت:

قیمت: روپے

اشاعت/حقوق: ریاض مجید

کتابت: مبشرہ آصف

تزئین: علی حسن زیدی 0300.6619124

پروف:

سرِ ورق: علی

بائنڈنگ: محمد اشرف

مطبع: زیدیؔ، ڈیجیٹل پرنٹنگ، فیصل آباد

اہتمام:

پوسٹ بکس ۲۵، فیصل آباد

........................o........................

انتساب

جناب

احمد جاوید

کے نام

اے غائب از نظر کہ شدی ہم نشینِ دل
می گویمت سلام و 'دعا' می فرستمت

حافظ شیرازی

ترتیب

ابتدائیہ:

اختتامیہ:

......o......

نعتیہ ادب کی گراں قدر دستاویز: صبیح رحمانی

ڈاکٹر ریاض مجید معاصر ادبی منظرنامے کی معروف اور محترم شخصیت ہیں۔ انھیں کسی تعارف کی ضرورت ہے اور نہ ہی تشہیر کی۔ لہٰذا میری اِن چند گزارشات کا مقصد اُس تأثر کا اظہار ہے جو کہ اِن مضامین کے مطالعے اور ''نعت رنگ'' میں وقتاً فوقتاً اشاعت سے ایک قاری کی حیثیت سے میرے دل و دماغ کو میسر آیا۔

جہاں تک نعت کی ادبی و صنفی نوعیت کی تفہیم کا معاملہ ہے، زیرِ نظر کتاب میں شامل مضامین کی اہمیت، ضرورت اور اثر آفرینی بالکل واضح ہے اور کوئی بھی قاری اپنی سطح پر اُس کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن مَیں ایک اور پہلو کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں اور اِس کا تعلق ہے بلاغت اور عصری حسیّت سے۔ جو نقاد اِس نکتے کا لحاظ رکھتے ہیں، اُن کا دائرۂ ابلاغ نہ صرف وسیع ہوتا ہے، بلکہ وہ اپنے موضوع کی تفہیم کو بھی بہتر اور مؤثر بنانے میں کامیاب رہتے ہیں۔ ریاض مجید کے اِن مضامین کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بات نمایاں طور سے محسوس ہوتی ہے کہ اِن میں اپنے نکتۂ نظر کی بنت، خیالات کی ترتیب و تنظیم اور حاصلِ مطالعہ کی ترسیل کا خاص طور سے اہتمام کیا گیا ہے۔

اِس کتاب میں شامل مضامین کے بنیادی مباحث اگرچہ کسی قدر تکنیکی، سنجیدہ اور توجہ طلب ہیں لیکن ریاض مجید کا تنقیدی اسلوب سادہ اور شگفتہ ہے۔ دقیقہ سازی اور یبوست کا کوئی تأثر اُن کی تنقیدی تحریروں میں ہمیں نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ اِن مضامین سے نہ صرف صنفِ نعت کے قارئین، ناقدین اور محققین استفادہ کر سکتے ہیں بلکہ اِن کے ساتھ ساتھ ایک عام قاری بھی باآسانی اور بخوبی فیض یاب ہوسکتا ہے۔ انگریزی روزمرہ کی رُو سے اِن مضامین کو اگر fireside chat of a scholar کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

رواں دواں اسلوب، انفرادی تجربات کے ذکر میں اجتماعی استفادے کی گنجائش، واعظانہ خطاب کے بجائے خود کلامی کا سا انداز، تحکمانہ اعلان کے بجائے ہمدردانہ غور وفکر کی

دعوت اِن مضامین کے اوصاف ہیں۔ ریاض مجید نے اپنی تحریروں میں اِس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ نعت کا کوئی باقاعدہ ناقدِ نعت کے تخلیقی مسائل سے متعلق ''بوطیقا'' یا ''مقدمۂ شعر وشاعری'' کی طرز پر کتاب لکھے۔ یہ بلاشبہ سچی اور گہری آرزو ہے اور میرے دل میں بھی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دن اب زیادہ دُور نہیں کہ جب یہ آرزو اپنی عملی تعبیر سے ہم کنار ہوگی۔ لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ ریاض مجید کی یہ کتاب نہ صرف اِس مرحلے کی راہ ہموار کر رہی ہے بلکہ خود اپنی جگہ اِس کے ابتدائی نقوش کو بھی اجاگر کر رہی ہے۔ لہٰذا آئندہ زمانوں میں نقدِ نعت کے فکری ارتقا میں بھی اس کتاب کی اوّلیت کا مرتبہ برقرار رہے گا۔

نعتوں میں رَوا رکھے جانے والے سرسری پن کا ملال اور نعت کو تمام تر اسلوبیاتی وسائل پر مبنی تخلیقی و نامیاتی وحدت بنانے کا خیال ریاض مجید کے اِن مضامین کا خاص محرّک ہے۔ یہ کتاب نعت نگاروں کو اِس احساسِ گراں مایہ سے دوچار کر رہی ہے جسے ذمّہ داری کہتے ہیں۔ احساسِ ذمّہ داری اور مسلسل تگ ودو کی بدولت نعت گو شاعر قدرت کی عطا کردہ تخلیقی صلاحیتوں کو تازہ کاری پر مائل رکھ سکتا ہے۔ ریاض مجید نے نعتیہ شاعری کی تاریخ سے اِن ہستیوں کو بطور مثال پیش کیا ہے جن کی ادبی انفرادیت اپنی مسلسل تاثیر کے باعث روحِ عصر کا جزو بنی ہوئی نظر آتی ہے۔

ریاض مجید نے لفظیاتِ نعت کے لیے خوش سلیقگی اور قرینے کے لوازم کی صرف رسمی تاکید نہیں کی بلکہ الفاظ کی اقسام کی وضاحت کرتے ہوئے لفظ کی روح اور تأثر تک پہنچنے کے عمل کو بھی واضح کیا ہے کہ کس طرح تراکیب کے استعمال میں جدّت معنی کو پھیلا دیتی ہے۔ موجودہ شعری فضا میں جو کم زوریاں اہلِ علم کے لیے الجھن اور کوفت کا باعث بنتی ہیں، اِن میں ایک تلفظ و املا سے بے اعتنائی بھی ہے۔ جدّت کے ناقص یا محدود مفہوم میں اسیر بعض شعرا کا اِن بنیادی باتوں کی طرف غیر سنجیدہ رویہ اکثر اوقات نوآموز یا تربیتی مرحلے کے شعرا کے لیے نامکمل رہنمائی بلکہ گمراہی کا باعث بنتا ہے۔ ریاض مجید نے اِس ضمن میں چند بنیادی امور کی وضاحت اِس علمی و تحقیقی وقار کے ساتھ کی ہے کہ اُن کے مخاطبین کی تخصیص نہیں کی جا سکتی، بلکہ یہ نکات ہر ذہنی سطح کے قاری تک اپنا ابلاغ کرتے ہیں۔ نعتیہ ادب میں تحقیق وتنقید اب گفتگو کا نیا موضوع نہیں رہا۔ نعتیہ ادب کی اِس جہت کی تائید وتحسین

کی صدائیں چہار جانب سے بلند ہو رہی ہیں، لیکن ریاض مجید نے بالخصوص سندی مقالوں کے لیے جن تحقیقی موضوعات کی نشان دہی کی ہے، وہ اپنے امکانات کی وسعت کے ساتھ بہت اہمیت کے حامل ہیں چوں کہ نعتیہ تاریخ پر اُن کی گہری نظر ہے اور تحقیق وتنقید میں اُن کی مسلسل دل چسپی کتنے ہی طلبہ وطالبات کی رہنمائی کا ذریعہ بنی ہے، اس لیے زمانی، مکانی، موضوعاتی اور ہیئتی اعتبار سے نعتیہ تحقیق کے بیشتر پہلو اُن کی نگاہ میں ہیں۔ ریسرچ اسکالرز کے لیے ترجیحات کا تعین ریاض مجید کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے:

''نئے محققوں اور ریسرچ اسکالرز کو چاہیے کہ وہ سوچ بچار اور غور وخوض سے نعت میں تحقیق وتنقید کے نئے نئے راستے دریافت کریں۔ ایک بات کا خیال رہے کہ یہ مطالعات فن کے حوالے سے ہونے چاہییں۔ فن کے مفہوم میں جوہر اور skill ریاضت، مہارت، ہنر وری کے عناصر نظر انداز نہ ہوں۔ تکرار سے بچیں۔ جدّت طرازی پر توجہ دیں۔ صنفِ نعت کی صحیح خدمت یہی ہے کہ اسے موضوعِ محض کی بجائے معجزۂ فن بنایا جائے۔ تحقیق میں، تنقید میں اور تخلیق میں— ہر پہلو سے اِس صنف کی امکانی ندرت، انفرادی اہمیت اور مجتہدانہ شان تلاش کی جائے۔ نعت دوستی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے شہرت طلب نعروں کی بجائے خود کو کارِ نعت کا حصہ بنایا جائے۔''

عوامی اجتماعات یا محافل میں نعت کے انتخاب اور پیش کش کا مسئلہ کتنا کثیر پہلو ہے، بیشتر قارئین کو اِس کی اہمیت اور نزاکت کا اندازہ ریاض مجید کی تحریر سے ہوسکتا ہے۔ مَیں بذاتِ خود خوش گوار حیرت سے دوچار ہُوا کہ ریاض مجید نے جن جزئیات کی طرف توجہ دلائی اور اِس حوالے سے اُن کے فکر وخیال میں سماجی شعور اور دلی کیفیت کا جس انداز سے اظہار ہُوا ہے بیشتر لوگ اور خود نعت خواں بھی اِس سے کم کم ہی آگاہ نظر آتے ہیں۔ یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ اِن مضامین کے بنیادی موضوعات اور اِن سے جُڑے ہوئے ضمنی معاملات ومسائل کو ریاض مجید نے مشاہدات وتجربات کی آنچ سے تپا کر یوں پیش کیا ہے کہ اِن سے اختلاف یا تردید کے امکانات نہ ہونے کے برابر رہ گئے ہیں۔

اِس عہد تک آتے آتے نعت ایک ایسا ہمہ گیر مظہر بن گئی ہے کہ شاعر، قاری، نعت

خواں، سامع، منتظم، محقق، مبصّر، ناقد، استاد، طالبِ علم، کاتب، ناشر، مشتہر ـــــ سب اِس کے مرتبے، وقار، احتیاط، اہداف اور ثمرات کے ذمہ دار نظر آتے ہیں۔ اِس کا سبب یہ ہے کہ اب ہمارے ہاں نعت صرف ادبیت اور عقیدت کے حصار سے نکل کر ایک بھرپور تہذیبی وسماجی عمل بن گئی ہے جس میں معاشرے کے ہر شعبے کو معاون ہونا اور اپنے تئیں ذمہ داری کا مظاہرہ کرنا ہے۔ نعت کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ اِس سے منسلک معاملات و مسائل کا پھیلاؤ بھی اہلِ علم کی توجہ کا متقاضی ہے۔ فقہی مسائل اور مسلکی گروہ بندیاں اگر نعتیہ شاعری میں بے احتیاطی کی وجہ سے اختلافات کو ہَوا دے رہی ہیں اور دینی مسلمات سے تجاوز کی صورت پیدا ہو رہی ہے تو کس مرحلے پر کس سطح کی احتیاط لازم ہے، یہ محاکمہ ریاض مجید نے عمدگی سے کیا ہے۔ اظہارِ نسبت کن معتدل صورتوں میں جائز اور رَوا ہوسکتا ہے، اِن نکات پر توجہ دلا کر انھوں نے وہ کارِ خیر انجام دیا ہے جو جذبات کی شدّت یا پھر مصلحتوں کے باعث اکثر و بیشتر نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اِس موضوع پر بھی ریاض مجید کا یہ مؤقف بڑا واضح ہے کہ حمد، نعت، منقبت کی صنفی حیثیت سامنے رہنی چاہیے اور اس میں افراط وتفریط سے ہر ممکن گریز شاعر کی ذمّہ داری ہے۔

نعت میں تازہ کاری اور جدت کے لیے شعر میں منضبط خیالی بلکہ کلام کی پوری فضا سازی کے لیے ردیف، قافیہ اور بحر کے انتخاب کی اہمیت پر ریاض مجید کا اظہارِ خیال نعت میں ایک اہم تکنیکی ضرورت کی طرف سنجیدگی سے توجہ دلا رہا ہے۔ اِس موضوع پر گفتگو کے دوران میں نعت کی نئی لسانیات کے کچھ اہم پہلو بھی اِس بنیادی مبحث کا حصہ بنے ہیں۔ اُن کے نزدیک اپنے فن کا احتساب خود کرنا اور الفاظ کو طے شدہ روایتی اور عامیانہ سیاق وسباق سے نکال کر اُن میں نئی روح پھونکنا بھی نعت گو شاعر کے لیے اساسی شعور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اِس حوالے سے اپنے مطمحِ نظر کی وضاحت کے لیے ریاض مجید نے برمحل اور توجہ طلب مثالیں بھی پیش کی ہیں جن میں نعت اور نقدِ نعت سے وابستہ اہلِ ذوق اور بالخصوص نئے لوگوں کے لیے استفادے کا سامان پایا جاتا ہے۔

ادب کی دوسری اصناف کی طرح نعت کے تخلیقی اور تنقیدی، ہر دو پہلو اختلافات، اعتراضات اور سوالات سے مبرّا یا مکمل طور سے آزاد نہیں ہوسکتے۔ زندہ ادب ونقد دریا کی مثال

ہوتے ہیں۔ اِن میں بہاؤ کی قوت ہی اثباتِ وجود کا جواز بنتی ہے۔ ریاض مجید نے اِس حوالے سے بھی اِن مضامین میں گفتگو کی ہے۔ اُن کا زاویۂ نظر واضح ہے، شعور کا کینوس وسیع اور اسلوب شفّاف ہے لہٰذا ان مباحث پر غور کرتے ہوئے قاری اِس حقیقت کو واضح طور پر محسوس کرتا ہے کہ ریاض مجید نعت کے منظر نامے کو اُس کی وسعت اور جامعیت میں دیکھتے ہیں۔ اُن کا مقصد تنقید برائے تنقید نہیں ہے۔ اِس لیے اُن سے اختلاف کیا جائے یا اتفاق، اُس میں متانت اور سنجیدگی کا لحاظ ضروری ہے۔

بعض مقامات پر ریاض مجید نے ذاتی مشاہدات اور تجربات کو بھی (بحث کی جہت کو واضح یا اپنے سوال کی نوعیت کو سامنے لانے کے لیے) عملی زاویے کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہاں اُن کا اسلوب احوالِ واقعی کے بیان کا رنگ لیے ہوئے ہے۔ انھوں نے خواہ وہ کوئی فرد ہو، مسلک ہو یا مکتبِ فکر، کسی کی بھی تنقیص یا دل آزاری سے ہر ممکن گریز کی کوشش کی ہے اور اپنی بحث کو علمی و ادبی دائرے تک مخصوص رکھا ہے۔ ایسے مقامات پر اُن کا مطالعہ، تحقیق سے وابستگی اور تنقیدی شعور، بجا طور سے بروئے کار آتا ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید کی یہ کتاب مختصر ہے، لیکن میں یہ بات ذمّہ داری اور اصرار سے کہنا چاہتا ہوں کہ یہ گراں قدر مضامین اہمیت کے حامل ہیں۔ اس لیے کہ موضوع کے تقاضے اور مناسبت کے مطابق اِن میں مصنف کا وسیع مطالعہ، تخلیقی شعور اور تنقیدی و تحقیقی اندازِ نظر واضح طور پر اپنا کردار ادا کرتا ہے اور ایسے پہلوؤں کی طرف اپنے قارئین کی توجہ مبذول کراتا ہے جو صنفِ نعت کی ادبی اساس اور سماجی قدر کو اجاگر کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں نعت کی ادبی حیثیت سے متعلق ریاض مجید کا علم اور خلوص دونوں اس کام کی تاثیر کو دوآتشہ کر رہے ہیں۔ انھوں نے جذباتیت اور سہل پسندی کے اِس عہد میں صنفِ نعت سے وابستہ تخلیقی و تنقیدی اذہان کو بالیدہ فکر اور ریاضت پسندی کی راہ دکھائی ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ نعتیہ افکار و مباحث کی یہ دستاویز تخلیقی اور تنقیدی ہر دو سطح پر نعت کے فروغ اور اثر آفرینی میں جو کردار ادا کرے گی، آنے والا وقت اس پر شاہد ہوگا۔

......O......

بشنو ــــــ بر سبیلِ نعت: ریاض مجید

ختمی مرتبت حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح، سیرتِ کردار، فضائل، احادیث، معجزات، غزوات، آل، اصحاب اور ایک وسیع تر حوالے سے پوری ملتِ اسلامیہ کی تاریخ، واقعات اور مسائل و احوال پر لکھی جانے والی شاعری نعت کہلاتی ہے۔ اِس کا مرکزی موضوع آپؐ پیغمبرِ اسلام کی تعریف، ستائش اور اوصاف کا بیان ہی ہے البتہ آپؐ کے اوصافِ مبارک کے اسباب میں آپؐ کی پوری حیاتِ طیبہ، کردار عالیہ اور اُن کے دُوررس اثرات سے پیدا ہونے والا وہ بیانیہ ہے جس کا دائرہ عہد بہ عہد پھیلتا جا رہا ہے۔

کچھ عرصہ قبل اِس شاعری کو ایک موضوع کے طور پر سمجھا اور لکھا جا رہا تھا۔ ہمارے قدیم تذکرہ نگاروں اور ادبی تاریخ مرتب کرنے والوں نے اِس موضوع کو مختلف اصناف کے ذیل ہی میں زیرِ مطالعہ رکھّا۔ ہمارے پرانے شاعروں نے بھی اپنے دیوان اور شعری مجموعے مرتب کرتے ہوئے اِس موضوع کی حامل تخلیقات کو نعتیہ غزل، نعتیہ قصیدہ، نعتیہ رباعی اور نعتیہ قطعہ وغیرہ کے عنوانات سے پیش کیا۔ شاعروں سے تاریخ نگاروں تک نے اِس موضوع کو جداگانہ صنف کا درجہ دینے کی بجائے اِس کی نشاندہی معروف و موجود اصناف کے ذیل میں ہی کی۔

انیسویں صدی کے آخری عشروں اور بیسویں صدی کے پہلے رُبع میں جب اِس موضوع پر بتدریج بہت سا تخلیقی مواد، کتابیں اور دیوان مرتب ہونا شروع ہوئے تو آہستہ

آہستہ یہ موضوع اپنی موضوعاتی حدود سے نکل کر ایک علاحدہ صنفِ سخن کے طور پر اپنی شناخت کروانے لگا____یوں اردو اصنافِ سخن میں ایک جداگانہ صنف کا باقاعدہ اضافہ ہُوا بیسویں صدی کے وسط تک اِس صنف کے تنقیدی خدوخال بھی سامنے آنے شروع ہوئے اور اب گزشتہ قریباً پون صدی میں ہزاروں نعتیہ کتابوں، گلدستوں، منتخبات، سینکڑوں دیوانوں، رسائل کے نعت نمبروں کے ساتھ ساتھ تنقیدی مضامین، مقالوں، کتابوں اور تاریخوں پر مشتمل تحقیقی وتنقیدی جائزے دستیاب ہے___اِن مطالعات کے نتیجے میں ملنے والے سرمائے اور اِس موضوع پر سامنے آنے والے روز افزوں مواد کا دائرہ دوسری کئی اصناف سے زیادہ پھیلتا دکھائی دیتا ہے۔آج اکیسویں صدی کے تیسرے عشرے کے آغاز میں اگر کسی ایک شعری صنف کی ترقی کو 'روز افزوں' کہا جائے تو بے ساختہ ہونٹوں پر نعت کا نام آجاتا ہے۔

جس طرح دوسری اصناف نظم ونثر پر تنقیدی مواد موجود ہے اِسی طرح عہدِ حاضر میں نعت کے بارے میں بھی ایک وسیع ذخیرہ رسائل و کتب کی صورت میں سامنے آرہا ہے۔زیرِ نظر کتاب کے مضامین اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں یہ سارے مضامین نعتیہ ادب کے رجحان ساز جریدے 'نعت رنگ' کراچی کی گزشتہ اشاعتوں میں ایک ایک کرکے چھپ چکے ہیں۔

یہ مضامین 'ایک کتاب' کے طور پر سوچے گئے___ مگر مختلف اوقات میں جداگانہ اقساط کی شکل میں لکھے گئے۔نعت کی صنف کے ہیئتی ڈھانچے، دَرپیش تخلیقی معاملات اور اُمور ومسائل وغیرہ کے بارے میں آپ اِن کو سرسری گفتگوئیں کہہ سکتے ہیں۔اِن کا محرّک بھی 'نعت رنگ' کے مدیر 'صبیح رحمانی' ہیں۔میری بڑی خواہش تھی اور اب بھی شدید خواہش ہے کہ اردو ادب کا کوئی باقاعدہ ناقد نعت کے تخلیقی مسائل کے بارے میں کوئی 'بوطیقا'

(Poetics) یا 'مقدّ مہ شعروشاعری' جیسی کتاب لکھے!

ادب کی تخلیقی رفتار کو استوار اور رُو بہ ترقی رکھنے کے لیے ہر تیس چالیس سال بعد ایسی سیر حاصل کتب کی ضرورت ہے جو مختلف اصناف کو ادبیاتِ عالیہ کے معیار اور وقار سے ہم آہنگ رکھنے کے لیے شاعروں کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔ نعت کی صنف (اور حمد و منقبت کو بھی) ایسی کتابوں کی ضرورت ہے۔ اِس باب میں یہ بالکل ابتدائی اور ادھوری سی کتاب ہے ___ ایسی کتابیں ہمیشہ نامکمل رہتی ہیں وقت کے ساتھ ساتھ تخلیقی سرگرمیوں میں نئے نئے سوالات پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کے جوابات کی تلاش میں متجسّس ذہن مسلسل سوچ بچار کرتے رہتے ہیں۔

برسبیلِ نعت کے حوالے سے لکھی ہوئی یہ تحریریں ''نعتیات'' کے نام سے پیشِ خدمت ہیں۔ مجھے امید ہے نعت کی صنف کی ترقی کے ساتھ ساتھ اِس پر تنقیدی و تحقیقی کام میں جاری پیش رفت میں بھی مربوط اور معیاری کام کا اضافہ ہوگا اور آئندہ کے ریسرچ سکالر نعت کی صنف کے تخلیقی پہلوؤں پر زیادہ بہتر انداز میں روشنی ڈالیں گے۔

......O......

۱

نعت ــــــ 'موضوعِ محض' سے 'معجزۂ فن' تک

میر تقی میر کا معروف شعر ہے:

کیا تھا شعر کو پردہ سخن کا
سو ٹھہرا ہے یہی اب فن ہمارا

بات کو 'شعر' اور 'سخن' کو 'فن' کے درجے تک لے جانا ہی وہ عمل ہے جو لفظوں کے اندر جذبے کی گرمی اور تاثیر کا جادو بھر دیتا ہے یہ پُر اسرار عمل لفظوں کو گویا کرتا ہے جب کوئی ماہرِ فن خونِ جگر سے اپنے جذبوں کو آمیز کر کے کاغذ پر اُتارتا ہے تو نہ صرف یہ کہ اُس کی تحریر میں سوز و سرُور کا اضافہ ہو جاتا ہے بلکہ اُس کی تاثیر بھی دوام آشنا ہو جاتی ہے علامہ اقبال کا یہ مصرع:

؎ معجزہ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود____ اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے۔

اُردو زبان میں نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آغاز ہی سے ہمارے شاعروں کا پسندیدہ موضوع رہی ہے مختلف زبانوں اور علاقوں کے شاعروں نے اپنے اپنے طور پر اس موضوع کو فن بنانے کے لئے مقدور بھر کوششیں کی ہیں لیکن جیسا کہ فارسی کا مشہور ضرب المثل نما مصرع ہے: ؎ کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد____ ایک لفظ کے تصرّف سے یوں پڑھیں تو یہ اور زیادہ حقیقت پسندانہ لگے گا ؎ کارِ مدحت کسے تمام نہ کرد!

اپنی تمام تر صلاحیتوں کے اظہار اور فنّی استعداد کے استعمال کے باوجود نعت گوئی اور ثنا گری کا فن ہر زمانے میں اپنے تشکیلی مراحل میں رہے گا۔ یہ ہر دَور میں تکمیل رُو ضرور رہا ہے مگر اسے فکری کمال اور فنّی معراج تک پہنچانے کا دعویٰ کبھی کسی نے نہیں کیا۔ کوئی یہ دعویٰ کر بھی نہیں سکتا اور نہ کسی کو یہ دعویٰ زیب دیتا ہے۔ اِسی حوالے سے مرزا غالب نے کیا خوبصورت اور حقیقت زاد مقطع لکھا ہے:

غالب ثنائے خواجہؐ بہ یزداں گزاشتیم
کآں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

نعت کے باب میں اظہارِ عجز کے باوجود ہر نعت نگار کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ اپنے مطالعے، مشاہدے اور محسوسات سے حاصل ہونے والے نتائج، تجربے، زبان و بیان کی بہترین صلاحیتوں سے، اپنی نعت گوئی کے تخلیقی ماحول کو پُر تاثیر بنانے کی کوشش کرے اور نعت نگاری کے فکری وفنّی پہلوؤں کو ہر زاویے سے نکھارنے اور سنوارنے کے لئے نہ صرف تخلیقی صلاحیت اور دستیاب لسانی واسلوبیاتی وسائل کو پوری توجہ اور اخلاص سے بروئے کار لانے کی کوشش کرے بلکہ اپنی سعیِ مشکور خواہ سے اپنے نعت پارے کو ایک معجزۂ فن بنادے۔ مگر ایسا ہُوا کم کم ہے ہماری نعت میں زیادہ تر رسمی تذکارِ سیرت وروایتی اظہارِ محبت کی تکرار محسوس ہوتی ہے۔

تذکارِ سیرت اور اُس کی تکرار بھی ایک مبارک وظیفہ ہے۔ اُس کے اثرات و برکات بعض صورتوں میں نعت خوانی اور نعت گوئی سے بھی زیادہ مسلّم، موثّر، اور یقینی ہیں کہ تذکار میں سادگی اور اخلاص زیادہ ہوتا ہے فن کی طرف آنے میں جو محنت و مہارت ضروری ہوتی ہے اُس میں بعض اوقات اُن سچّے جذبوں (سادگی و اخلاص) میں نام ونمود کے عناصر بھی غیر محسوس اور غیر ارادی طور پر شامل ہو جاتے ہیں جو بہر حال نہ پسندیدہ ہوتے ہیں اور نہ اُن کے نتائج اُتنے موثّر ہوتے ہیں جتنے اخلاص سرشت اُن اَوراد و مشاغل کے ہوتے ہیں جنہیں سادگی سے ادا کیا جائے۔

کچھ باتیں اس لئے نہیں کی جاتیں کہ وہ ہوتی نہیں بلکہ اس لئے بھی کی جاتی ہیں کہ وہ ہماری توجہ میں رہیں اور سننے والوں کے ساتھ کہنے والا بھی اُن کو دہراتا رہے۔ ہم سب نعت نگاروں کی یقیناً یہ خواہش ہے کہ ہم نعت کے فن میں بہتر سے بہتر تخلیقی کارکردگی

کا مظاہرہ کریں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت کے ہر اظہار یئے کو ’معجزہ فن‘ کے کمال تک لے جائیں مگر اس ’خواہش‘ کے حصول کے لئے ہم میں سے کئی شاعروں کے ہاں اُس کے مطابق ’کوشش‘ نظر نہیں آتی۔ اِس ضمن میں ہم سے غیر محسوس طور پر ایک کوتاہی ہو رہی ہے۔ مجھے اخبارات ورسائل میں چھپنے والی کئی نعتوں میں کہیں کہیں غیر ارادی طور پر ہی سہی، روا رکھے جانے والے ایک سرسری پن کا احساس ہمیشہ رُلاتا ہے۔

نعت کے فن پر ملنے والے تنقیدی جملوں، مضمونوں مقالوں اور تاثرات سے شروع ہی میں اِس بات کو بہ تکرار بیان کیا جاتا رہا ہے کہ نعت محض ایک موضوع نہیں ایک فنّی کُلّ (whole) ہے ایک ایسی تخلیقی اور نامیاتی وحدت، جس میں خیال، لفظ، اُسلوب ہیئت آہنگ اور دوسرے اسلوبیاتی وسائل اور شعری محاسن، ایک موثّر فنّی اکائی کی طرح تخلیق یاب ہوتے ہیں نعتِ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا مرکزی ومحوری موضوع آپؐ کی ذاتِ گرامی سے محبت کا اظہار اور آپؐ کی شخصیتِ ستودہ صفات کا تذکار ہے۔ اِس موضوع سے ہزاروں مضامین نے جنم لیا آپؐ کے پیغام، اسلامی شعائر، دینی اقدار سبھی کچھ نعت کے فکری نظام کا حصّہ بنا اور اِس کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی طور پر امّتِ مسلمہ کے افراد اور مملکتوں کو درپیش امور ومسائل بھی شعری قرینے اور تخلیقی انداز سے نعت کے مضامین میں شاملِ ہوتے گئے خصوصاً حصولِ ثواب اور ہر کت طلبی کے جذبے کے ساتھ ساتھ مشکلات وآلام اور مصائب وآشوب میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات والا تبار سے استغاثہ اور استمداد کے موضوعات بھی ’عقیدت‘ کے اِس اظہار اور سیرت طیبہ کے اس تذکار ہی شامل ہوتے گئے۔

ورڈز ورتھ نے شاعری کو تمام علومِ انسانی کی جان اور اُس کی لطیف ترین روح سے تعبیر کیا ہے نعت کی شاعری اہلِ ایمان کے لئے اِس سے بھی آگے کی چیز ہے کہ انسانی

علوم کے ماحصل کا تخلیقی اظہار اپنے لطیف ترین تلازمات کے ساتھ جملہ فکری وفنّی محاسن سے آمیز ہوکر اس صنف میں ظہور کرنے کے جتنے امکانات رکھتا ہے دوسری اصناف میں نہیں۔ ایسا اکثر نہ ہو، مگر عربی فارسی اور اردو کے علاوہ پاکستان کی دوسری زبانوں میں کہیں کہیں ایسے نمونے ضرور مل جاتے ہیں جو اِن امکانات کا راستہ سُجھاتے ہیں علامہ اقبال کی معروف نعتیہ نظم ''ذوق وشوق'' ایسے امکانی اور (ادبیات عالیہ کے حوالے سے) آفاقی عناصر سے لبریز ہے جس میں جذبات عقیدت کے ساتھ تہذیبی، تمدّنی اور تاریخی حوالوں کی لَو جھلکتی ہے۔ اِس نظم کی عمدہ ڈرافٹنگ، بندوار فکری محاسن، ٹیپ کے (ردیف وار) اشعار کی بلیغ معنی آفرینی جو اوپر کے (غیر مردّف) اشعار کے سلسلہ ہائے خیالات کو مربوط اور منضبط (sizable) کرتی ہے اِس کے ساتھ ساتھ نظم کا مخصوص آہنگ (مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن، بحر رجز مثمن مطوی مخبون) ___ [جس میں مسجد قرطبہ کے (مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن، بحر بسیط مطوی مخبون) کے جلالی آہنگ کے برعکس] جمالی پہلو نمایاں ہے ___ 'ذوق وشوق'، کو معجزۂ فن کے درجہ پر فائز کر دیتا ہے۔

علامہ اقبال ہی کی نعتیہ عناصر پر مشتمل نظموں میں 'حضورِ رسالت مآب میں' اپنے ڈرامائی اسلوب اور مکالماتی انداز کی حامل ایسی نظم ہے جو مختصر ہوتے ہوئے بھی اپنی معنویت اور تکنیک کے لحاظ سے بہت موٴثر نظم ہے خصوصاً اِس کا آخری شعر جس میں نظم کی بلیغ تہ داریّت کو ایک بے اظہار مگر واضح استمداد اور استغاثہ کی صورت دی گئی ہے۔ اُردو نعتیہ شاعری میں یہ موٴثّر جذباتی تحرّک (emotinal vlbration) کی ایک عمدہ مثال ہے جو اپنے استعاراتی بہاؤ اور تلازماتی وسعت میں قاری کو امّتِ مسلمہ کے ایک اہم تاریخی منظر نامے میں لے جاتی ہے۔

جھلکتی ہے تری امّت کی آبرو اِس میں

طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اِس میں

طرابلس کے مکانی ماحول سے 'حضورِ رسالت مآبؐ' نظم کی ماورائے زمانہ تک وسیع فضا تک جہاں اقبال یہ مکالمہ کر رہے ہیں ایک جہانِ محسوسات پھیلا ہُوا ہے جس کی معنویت یک سطحی (Flat) انداز کی نہیں تلازمہ در تلازمہ بلیغ تہہ داریت کی حامل ہے یہ نعتیہ نظم مختصر ہونے کے باوجود اپنے فکری وفنّی محاسن اور سیاسی وتاریخی تلازموں کی اہمیت کے سبب ایک جداگانہ مضمون کی متقاضی ہے۔

علامہ اقبال کی یہ نظم اُردو نعتیہ شاعری کے تخلیقی تناظر میں بلاشبہ ایک عمدہ اور مثالی نظم ہے (Vintage poem) ہے جس کا مطالعہ، نعت کے قاری کو مدّتوں ایک تمجیدی اُداسی (celestial pathos) میں محصور رکھتا ہے______ دیکھیے اقبال نعت کے موضوع کو فن کے کس مقام پر لے گئے ہیں؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان مادی طور پر بہت ترقی کرنے کے باوجود بھی نہ اپنی مرضی سے کوئی شے یا خیال سوچ سکتا ہے اور نہ ہی اپنی سوچوں کے خدّ وخال میں حسبِ خواہش کوئی منفرد ردّ وبدل کر سکتا ہے یہ ایک جبلی اور نفسیاتی جبر ہے کہ وہ وہی کچھ سوچ سکتا ہے جو سوچ رہا ہوتا ہے جس طرح کا مزاج اور ذہنی استعداد اُسے قدرت کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ اُس کے فکر وفن کا سارا سفر اِسی عطا شدہ تخلیقی واسلوبیاتی وسائل کے دائرے میں طے ہوتا ہے علامہ اقبال جیسے بڑے شاعروں اور فنکاروں کا فن عطائے خُداوندی (Divine gift) میں شمار ہوتا ہے۔ محسوسات اور اظہار کے جس مقام پر اقبال کھڑے ہیں وہ ہر شاعر کے بس کی بات نہیں۔ مگر یہ بات بھی

درست ہے کہ ریاضت، مہارت، زبان و بیان کے محاسن کے حصول کے لئے مسلسل تگ ودَو اور فکروفن میں تازہ کاری کے لئے کوشاں رہنے کا اپنا صلہ اور اجر ہے جو تخلیق کو کچھ حد تک نکھارتا اور اظہار کو تھوڑا سا سنوارتا ضرور ہے۔ میرزا سوؔدا کے لفظوں میں پتھر کو صیقل کرنے سے پتھر زیادہ سے زیادہ آئینہ بن جائے گا مگر جوہر یا موتی نہیں کہ اُس کی اصل اُس کی فطرت سے وابستہ ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

ہُنر سے دُور ہے بداصل کی خِلقت کہ آئینہ
خمیرِ سنگ سے بنتا ہے تو جوہر نہیں ہوتا

نعت کے باب میں ہمیں کس انداز سے کوشاں رہنا چاہیئے؟ اِس کے لئے کوئی باقاعدہ نظامِ تخلیق تو وضع نہیں کیا جاسکتا ہر نعت نگار کا اسلوب اور اُس کی تخلیقی استعداد دوسروں سے مختلف ہوتی ہے مگر یہ بات کبھی کبھار اداس کرتی ہے کہ نعت کے معاصر منظر نامے میں کئی نعت نگار ایک جیسے موضوعات کے بیانیہ دائرے میں سفر کرتے نظر آتے ہیں۔ خیالات، تراکیب، ردیف وقوافی کی تکرار، بحور واوزان کی یکسانیت نے بہت سی نعتیہ شاعری کو ایک جیسا کر دیا ہے نعت کے فن میں موضوعات ومضامین کی یہ یکسانیت کچھ فطری بھی ہوسکتی ہے کہ نعت کا فکری دائرہ جتنا بھی وسیع ہو جائے نعت نگار کا دورانِ تخلیق مائل بہ مرکز ہونا اور رہنا اِس صنف کا لازمۂ فن ہے۔ یہ مرکز وہ نسبتِ طیّبہ ہے جو اس صنف کا سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ سلم کے تذکارِ مبارک سے جوڑے رکھتی ہے۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آج کی نعت میں ایسے سچّے تخلیقی تجربوں کی نادرہ کاری کم کم نظر آتی ہے۔

نعتیہ مضامین کے اظہار میں تازہ کاری کے لئے مقدور بھر کوشاں رہنا ہم سب کے لئے ضروری ہے تازہ تراکیب، نئے نئے اسمائے مبارکہ کی تخلیق اور تلاش، آہنگ

واوزان کے تجربے، بلیغ اور پُر تاثیر شعری زمینوں کی دریافت، جدید شعری اصناف کو نعتیہ مضامین کے لئے رواج دینے کی کوشش دوسری زبانوں کے نعتیہ کلام کے تعارف وتراجم اورطویل یک کتابی نعتیہ نظموں کی منصوبہ بندی، سیرت طیبہ کے تذکارِ مبارک کے ساتھ جدید دَور میں اُمّتِ مسلمہ کو درپیش مسائل اور اُن کے حل کے لئے اِس صنف میں ایک پُرتاثیر قرینے سے استغاثہ واستمداد کے مضامین کی آمیزش، ذاتی کردارسازی سے جہاں بانی تک کے پھیلے ہوئے مضامین وموضوعات کواسلوبیاتی محاسن کے ساتھ نعت سے منسلک رکھنے کی کوشش تخلیقِ نعت کے مراحل میں ہمارے پیشِ نظر رہنی چاہئے____ نعت کی صنف آج ہم سب سے ہمہ جہت توجہ چاہتی ہے۔

محسن کاکوروی امیر مینائی، مولٰینا احمد رضا خاں، ظفر علی خاں، علامہ اقبال، حفیظ جالندھری، بہزاد لکھنوی، حافظ لدھانوی، صوفی محمد افضل فقیر، حفیظ تائب، عبدالعزیز خالد، ابوالخیر کشفی، مظفر وارثی، عاصی کرنالی، ادیب رائے پوری، حنیف اسعدی وغیرہ___ کیسے کیسے نعت کاروں نے خونِ جگر سے اس صنف کی آبیاری کی ہے؟ نعتیہ مضامین کے اظہار کے حوالے سے اُن اکابرینِ نعت کے فکروفن کا گہرا اور مستقل مطالعہ ہماری رہنمائی کرسکتا ہے۔

محبت کے جذبے ازلی وابدی ہوتے ہیں____ غیر مبدّل____ مگر اُن کا اظہار سچّا تخلیقی تجربہ اور تازہ کاری چاہتا ہے کہ اِس سے تاثیر میں اضافہ ہوتا ہے نعت میں احترام رسالت مآب کا جذبہ ہمہ پہلو اور مسلسل توجہ طلب مسئلہ ہے۔نعت کے مضامین وموضوعات کے اظہار میں ترجیحات نظر انداز نہیں ہونی چاہیں جذبے کا انہماک مبارک مگر جذبہ اطاعت نژاد اور محبت تقلید سرشت ہونی چاہئے عقیدت کا اظہار جس بھی والہانہ پن سے ہو اُس کا وفور اگر عقیدے کو مسخ کرجائے تو یہ ایسی کوشش اور محنت کس کام کی؟ گفتاروکردار اور قول وعمل کی مغائرت کسی شعبۂ حیات میں کبھی بھی پسندیدہ نہیں رہی۔

نعت کے نازک اور مبارک فن میں اچھے ثمرات کیسے پیدا کر سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہم نعت کاروں کو اخلاص کی نعمت اور تخلیقی نادرہ کاری کی صلاحیّت سے نوازے۔ آمین!

......O......

۲

الفاظ وتراکیب

علامہ اقبالؒ کے اُس شعر سے اِس خود کلامی اور زیرِ لب گفتگو کو ایک اظہاریے کی شکل دیتے ہیں جس میں تمام فنونِ لطیفہ کے کمال کو 'خونِ جگر' کی آبیاری سے مشروط کیا گیا ہے۔ اقبالؒ کہتے ہیں:

رنگ ہو یا خشت وسنگ' چنگ ہو یا حرف وصوت
معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود

(مسجد قرطبہ/ بالِ جبریل)

علامہ کے پہلے مصرعے میں بلیغ معنویت اور کمال کی مہارت ہے مصوّری، فنِ تعمیر، مجسّمہ سازی، موسیقی، شعر و ادب اور صدا و غنا (جس میں حسنِ قرات، صدا کاری، گلوکاری وغیرہ وہ تمام فنون آجاتے ہیں جن کا تعلق صَوت' لحن اور آواز سے ہے)____ علامہ نے مختلف فنون لطیفہ کا ذکر علامتی انداز میں ایک ہی سانس میں کر دیا ہے اور ان تمام فنون کو (اور بھی تمام موجود یا امکانی طور پر مستقبل میں سامنے آنے والے فنون) میں کمال حاصل کرنے کے لیے فنکار کی پُر انہماک محنت، مستقل ریاضت اور تاثیر ساماں جگر کاوی کی ضرورت کو ایک لازمے کی حیثیت دی ہے_ وہی بات جو میر تقی میرؔ نے کہی تھی کہ:

مصرع کوئی کوئی کبھی موزوں کروں ہوں مَیں
کِس خوش سلیقگی سے جگر خوں کروں ہوں مَیں

علامہ اقبال اور میر تقی میر دونوں نے ایک ہی بات کہی مگر دونوں کا انداز اُن کے مزاج اور طرزِ شعر کی طرح مختلف ہے انداز کے اس فرق کا سبب طبیعتوں اور اسالیب کے ساتھ ساتھ زمانے کا بُعد اور شعری منظر ناموں کا فرق ہے جن میں اُردو کے یہ دو عظیم شاعر شاعری کر رہے تھے۔ ان دونوں شعروں میں غزل اور نظم کے مزاج کا بھی عمل دخل ہے۔

میر تقی میر نے ایک مصرع کے لیے جس لازمۂ فن کی بات کی علامہ اقبال کے تمدنی شعور نے اسے تمام فنون پر پھیلا دیا ـــــــ میر کے شعر میں ’خوش سلیقگی‘ کے لفظ البتہ ایک اور تخلیقی لازمے اور کیفیت کی نشاندہی کرتے ہیں جو جگر خون کرنے کے مشترک اظہار (میر و اقبال میں) ایک اور خوبصورت قرینے، دلآویز طریقے اور شائستہ طرز کے مفہوم کا اضافہ کرتے ہیں۔

لفظیاتِ نعت کے بارے میں گفتگو کا آغاز بھی خوش سلیقگی اور قرینے کے لوازم سے کرتے ہیں۔ نعت کی صنف کا تعلق علامہ اقبال کے مصرع میں ’حرف‘ کے قبیلے سے، یعنی شعر و ادب سے ہے اور جیسا کہ ہمیں علم ہے کہ ادبیات کا سارا موجود اور امکانی اظہار حرف ہی کے ذریعے ممکن ہے لہٰذا ہمیں نعت کے فن پر پہلا مکالمہ حروف اور الفاظ ہی کے حوالے سے کرنا ہوگا اُردو زبان کے وہ سب حروفِ تہجی جو اسے عربی، فارسی اور ہندی زبانوں سے دستیاب ہوئے ان کی تعداد 38 سے 48 کے لگ بھگ ہیں۔ لسانیات کی جدید بحثوں نے فونیم وغیرہ کے حوالے سے بعض حروف کے ساتھ ’’ھ‘‘ کی آواز کو بھی ایک جداگانہ حرفی اکائی تسلیم کیا ہے ورنہ نصف صدی پیشتر کی کتبِ قواعد اور لغات میں یہ حروفِ تہجی کچھ کم ہیں اور ان کی تعداد 38 کے قریب ملتی ہے۔ یعنی بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، کھ، گھ وغیرہ حروف کو اُن کی اصل صوت ب، پ، ت، ٹ، ج، چ، د، ڑ، ک، گ وغیرہ کے بعد ’’ھ‘‘ سے ملا کر لکھ دیتے تھے یوں حروفِ تہجی کی تعداد کچھ کم ہو جاتی تھی۔

حروف دوسرے حروف کے ساتھ مل کر الفاظ بناتے ہیں اور یوں ’الف‘ سے لے کر ’ی‘ تک کے حروف کے مرکّبات combinations یعنی الفاظ ایک دوسرے سے مل کر مصرعے، شعر اور نظم پارے بنتے ہیں۔ شعر کے اظہار کے لیے الفاظ ضروری ہیں ایک آدمی اپنے اندر کی دنیا اور محسوسات میں ہزاروں اچھے اچھے خیالات رکھے اگر وہ خیالات لفظوں میں مرتّب ہو کر اور شعروں میں ڈھل کر سامنے نہیں آتے وہ شاعر یا فنکار نہیں کہلا سکتا۔ اس کے

خیال کی لفظوں کے ذریعے ترجمانی اوراس کے محسوسات کی فن کے ذریعے نمود، ضروری ہے۔

نعت کا تعلق چونکہ شعری ادب سے ہے اور یہ نثر کے مقابلے میں نظم یعنی شاعری ہی کے قبیلے کی ایک صنف ہے اس لئے اس کا اظہار بھی الفاظ یعنی انہی الف سے ی تک کے حروف میں ہوتا ہے جن کی نشاندہی ہم اوپر کرآئے ہیں۔اُردو شعریات میں مستعمل لاکھوں الفاظ میں نعت کے حوالے سے تین طرح کے الفاظ ملتے ہیں یہ ایک سادہ سی تقسیم ہے جس کا ذکر بات شروع کرنے کے لیے کیا جارہا ہے۔اس کا کوئی خاص کلیہ نہیں جس طرح میں اس لمحے سوچ رہا ہوں اس حوالے ہی سے بات کررہا ہوں قارئین کا اس سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

(ا) ____ وہ الفاظ جن کے اندر نعت کا فطری قرینہ موجود ہے جن کا تعلق اسلام اور ایمانیات سے ہے اس ذخیرہ الفاظ میں اسمائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم محمد، احمد، امین، صادق، شاہد، سراج منیر، مبشر، اُمّی ____ ان الفاظ میں وہ تمام اسماء مبارکہ شامل ہیں جن کی تعداد ہزاروں میں ہے''اسمأ النبی الکریم صلی اللہ علیہ واالہٖ وسلم، مرتبہ (صوفی برکت صاحب مطبوعہ دارلاحسان فیصل آباد) میں ان اسماء کی تعداد ۱۸۰۰ کے قریب ہے جنہیں انہوں نے قرآن مجید، احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کتب سیر ومغازی، کتبِ تاریخ اسلامی اور دوسرے تاریخی مآخذ (قدیم کتب سماوی وغیرہ) سے حاصل کیا ہے۔

یہ تمام اسماخود مختصراً نعتیں ہیں کہ اِن کے اندر نعت کا قرینہ بدرجۂ اتم موجود ہے۔ اِن اسمائے گرامی کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نسبت ہی اِن کو نعتیہ قرینے سے مشرّف کردیتی ہے مثلاً ایک سیدھا سا لفظ عبد ہے۔جیسا ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے اِس کے شروع میں الف لام لگا کر العبد کہتے ہیں یا اس کے آخر میں ہ اور پیش لگا کر عبدہٗ کہتے ہیں یہ'ال' اور'ہ پیش کا۔۔عبد' سے پہلے یا عبد کے آخر میں استعمال۔۔العبد اور عبدہٗ کو

ان تمام سیرتی اوصاف وکمالات کا حامل بنا دیتا ہے۔جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ متصف ہے۔بقول علامہ اقبال:

عبد دیگر، عبدہٗ چیزے دیگر
ما سراپا انتظار اُو منتظَر

ویسے تو تمام آدمی اللہ ہی کے بندے ہیں مگر عبدہٗ اور العبد کے الفاظ اس تخصّص کے حامل ہیں جن کا دوسرا کوئی آدمی اہل نہیں ـــ مکمل خود سپردگی (complete surrender) اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کے سامنے کامل اطاعت (total submission) اور بفرماں برداری کا اہل۔۔یعنی یکسوٗ کامل مسلم آپؐ کے علاوہ اور کون ہے؟ اس 'ہے' میں سارے زمانے ہیں یعنی تھا، ہے اور ہوگا ــــــ سو ہم نے دیکھا کہ عبد کے ساتھ ال اور ہ پیش لگانے نے اس لفظ کو نعت کا بڑا قرینہ دے دیا۔

اسمائے مبارکہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات سے تعلق رکھنے والے سارے الفاظ۔آپ سے آپ نعت کے قرینے کے حامل ہیں یعنی وہ الفاظ جن میں آپ کے والدین، اصحاب، آل واطہار پاک۔آپ سے منسوب شہر، روّیے، مسجدیں ماحول، شعائر، غزوات، عادات، فرامین، احکامات، احادیث، سنّن، فرمودات ــــــ وغیرہ وہ تمام الفاظ جن کا تعلق اسلامی شعائر اور ایمانیات سے ہے اور جن کا تذکار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وسوانح اور شمائل وخصائل میں آتا ہے۔ان میں حضرت آمنہؓ، عبداللہؓ، حلیمہؓ، فاطمہؓ، خدیجہؓ، عائشہؓ، حسنؓ، حسینؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر تمام صحابہ شامل ہیں اسی طرح نماز، حرم، مکہ، مدینہ، حرم، طواف، گنبدِ خضرا، غارِ حرا، غارِ ثور اور اسی قبیل کے ہزاروں الفاظ اپنے اندر نعت کا آپ سے آپ قرینہ رکھتے ہیں۔ان الفاظ میں نعت کی نسبت بالقوہ (poitential energy) کی طرح

موجود ہے جسے نعت کا شاعر خوش سلیقگی سے استعمال میں لا کر اس لفظ کے نسبتی جوہر کو بالعفل (kinetic energy) میں بدل سکتا ہے۔

دوسری قسم کے الفاظ وہ ہیں جو نعت کے حوالے سے آپ ہی آپ پہلی قسم کی طرح قرینہ یاب تو نہیں مگر جو اس باب میں قرینہ رُو ضرور ہیں ان الفاظ میں اخلاق اور انسان کی اچھی قدروں سے تعلق رکھنے والے لسانی ذخیرے میں موجود تمام الفاظ آ جاتے ہیں مثلاً محبت، عشق، حُب، حسن، خیر، اچھائی، ایثار، درگزر، توبہ، نماز، عبادت وغیرہ۔

(۲) نعت کے اظہار میں نادرہ کاری کو آمیز کرنے کے لئے ہمارے پاس لاحقوں سابقوں کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ بس ذرا توجہ دینے کی ضرورت ہے ہم دستیاب ذخیرے کو نہ صرف نعت رنگ کر سکتے ہیں بلکہ عقیدت نگاری کی تمام صنفوں میں استعمال کر سکتے ہیں۔ مثلاً:

- آور کے ساتھ زورآور کی طرح نعت آور حمد آور منقبت آور وغیرہ
- خواہ کے ساتھ خیرخواہ کی طرح نعت خواہ حمد خواہ منقبت خواہ وغیرہ
- فکر کے ساتھ راست فکر کی طرح نعت فکر حمد فکر منقبت فکر وغیرہ
- آمادہ کے ساتھ نیم آمادہ کی طرح نعت آمادہ ثنا آمادہ حمد آمادہ وغیرہ
- اندیشہ کے ساتھ خوش اندیشہ کی طرح نعت اندیشہ ثنا اندیشہ حمد اندیشہ وغیرہ
- سگالی کے ساتھ خیرسگالی کی طرح نعت سگالی حمد سگالی ثناء سگالی وغیرہ
- مند کے ساتھ دولت مند کی طرح نعت مند ثنا مند منقبت مند وغیرہ
- دوست کے ساتھ انسان دوست کی طرح نعت دوست حمد دوست منقبت دوست وغیرہ
- حال کے ساتھ مست حال کی طرح نعت حال درود حال حمد حال وغیرہ
- دار کے ساتھ دیندار کی طرح نعت دار ثنادار منقبت دار وغیرہ

- آشنا کے ساتھ فطرت آشنا کی طرح نعت آشنا ثنا آشنا سیرت آشنا وغیرہ
- شناس کے ساتھ غم شناس کی طرح نعت شناس ثنا شناس مدینہ شناس وغیرہ
- آثار کے ساتھ خوش آثار کی طرح نعت آثار حمد آثار مغفرت آثار وغیرہ
- خصال کے ساتھ خوش خصال کی طرح نعت خصال دُرود خصال طیبہ خصال وغیرہ
- مست کے ساتھ حال مست کی طرح نعت مست ثنا مست درود مست وغیرہ
- انداز کے ساتھ خوش انداز کی طرح نعت انداز حمد انداز منقبت انداز وغیرہ
- ساماں کے ساتھ بہار ساماں کی طرح نعت ساماں مغفرت ساماں بہشت ساماں وغیرہ
- جاہ کے ساتھ عالی جاہ کی طرح نعت جاہ حرم جاہ عرش جاہ وغیرہ
- آفریں کے ساتھ آفریں کی طرح نعت آفریں مغفرت آفرین نجات آفریں وغیرہ
- اسلوب سے خوش اسلوب کی طرح نعت اسلوب ثنا اسلوب منقبت اسلوب وغیرہ
- آرا سے جہاں آرا کی طرح نعت آرا حمد آرا منقبت آرا وغیرہ
- انجام سے خوش انجام کی طرح نعت انجام خیر انجام مدینہ انجام وغیرہ
- خیز سے صبح خیز کی طرح نعت خیز ثنا خیز حمد خیز وغیرہ
- انگیز سے فکر انگیز کی طرح نعت انگیز ثنا انگیز منقبت انگیز وغیرہ
- صفت سے شعلہ صفت کی طرح نعت صفت حمد صفت ثنا صفت وغیرہ
- رس سے نورس کی طرح نعت رَس حمد رَس درود رَس وغیرہ
- رسیدہ سے عمر رسیدہ کی طرح نعت رسیدہ ثنا رسیدہ حرم رسیدہ وغیرہ
- پُر سے پُراعتماد کی طرح پُرعقیدت پُرثنا پُراحترام وغیرہ
- کوش سے سہل کوش کی طرح نعت کوش سکینت کوش حمد کوش وغیرہ
- کار سے خودکار کی طرح نعت کار ثنا کار منقبت کار وغیرہ

- بیاں سے خوش بیاں کی طرح نعت بیاں حمد بیاں سیرت بیاں وغیرہ
- خواہ سے خیر خواہ کی طرح نعت خواہ ثنا خواہ نجات خواہ وغیرہ
- دیدہ سے خزاں دیدہ کی طرح حرم دیدہ مدینہ دیدہ مواجہ دیدہ وغیرہ
- گفتار سے خوش گفتار کی طرح نعت گفتار ثنا گفتار حمد گفتار وغیرہ
- اطوار سے نیک اطوار کی طرح نعت اطوَار دُرود اطوَار حمد اطوَار وغیرہ
- رُو سے رُوبرو کی طرح رُوبہ محمد رُوبہ طیبہ رُوبہ حرم وغیرہ

دیکھئے اس ذیل میں انوار ظہوری کا کیا خوبصورت مطلع ہے۔

یہ بات بھی ثابت ہے مری فردِ عمل سے
دل اب سے نہیں، رُوبہ محمدؐ ہے ازل سے

اس شعر کے ساتھ ہی مَیں ترکیب سازی کی اِس گفتگو کو ختم کرتا ہوں۔نعت کے مضامین اور فضا کو نعت آشنا رکھنے کے لیے لفظیاتِ نعت کا یہ صرف ایک پہلو ہے۔جس کے التزام کی کوشش ہونی چاہیے۔اس کوشش کا مقصد وہ قرینہ حاصل کرنا ہے جس سے غزل کی ہیئت میں کہی جانے والی نعت کا ماحول نہ صرف نعت رَو لگے بلکہ جس سے اسلوب میں کچھ تازہ کاری بھی دَر آئے مَیں نے اوپر دی گئی فہرست میں الفاظ کے جوڑ وج اور تراکیب بنائی ہیں اس میں نعت، ثنا، حمد، منقبت وغیرہ کی تکرار محض ایک مثال کے طور پر ہے۔ذرا غور کرنے اور پھر تخلیقی عمل میں اِس غور اور توجہ کے ایک مستقل تخلیقی رویّہ بننے سے اس مثال کی بیسیوں نہیں سینکڑوں نئی نئی صورتیں سامنے آ جاتی ہیں۔جیسے طلب میں سکینت طلب، مغفرت طلب، جنت طلب —— باب میں خلد یاب، مغفرت یاب، شفاعت یاب وغیرہ۔

سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

قرآن، قرآن کی سورتوں کے اسمائے مبارکہ، صحابہ کرامؓ، ارکان اسلام، شعائرِ دین، غرضیکہ ایمانیات سے متعلقہ ہزاروں الفاظ کے ذخیرے سے استفادہ کرکے، ایسے لاحقے اور سابقے وضع کیے جاسکتے ہیں جس سے نہ صرف یہ کہ نعت کی لفظی فضا اور معنوی ماحول اُس قرینے کا حامل نظر آئے جو نعت کے لیے ضروری ہے بلکہ جس سے نعت کے اسلوب میں تازہ کاری کا احساس بھی پیدا ہو۔

یہ چند صفحے لکھتے ہوئے لاحقے اور سابقے کے ذیل میں سینکڑوں ایسے الفاظ میرے خیال میں لَو دے رہے ہیں جو ابھی مشرّف بہ نعت نہیں ہوئے اور بقول احمد ندیم قاسمی صاحب:

منتظر ہیں کہ کوئی تیشۂ تخلیق اٹھائے
دفن ہیں کتنے صنم آج بھی کہساروں میں

لغات میں ایسے ہزاروں الفاظ ہیں جن کی تراکیب سازی سے انہیں لفظیاتِ نعت کے ذیل میں لایا جاسکتا ہے ___ کچھ نادرہ کار نعت گو شاعر ایسا کر بھی رہے ہیں۔

میں نے جو اوپر فہرست بنائی ہے وہ سامنے کے لفظوں کی ہے اگر کوئی شاعر فارسی کا کچھ گہرا ذوق رکھتا ہو تو اس فہرست کو ذرا اور وقیع اور بلیغ بنایا جاسکتا ہے۔ مثلاً راست فکر کی ترکیب تو عام ہے۔ نعت فکر، مغفرت فکر کی بلاغت دیکھئے اسی طرح لفظ اندیشہ سے نعت اندیشہ، نجات اندیشہ۔ ذوق سے، نعت ذوق، منقبت ذوق اور سگالی سے خیر سگالی کی طرح، نعت سگالی اور حمد سگالی کی ترکیب کے معنوی پھیلاؤ کو دیکھئے۔ آج ابوالخیر کشفی، عاصی کرنالی اور صوفی محمد افضل فقیر ہوتے تو یہ عاجز ان سے حوصلہ افزائی حاصل کر کے اِس بحث کو جو الفاظ کے زوج، لاحقوں، سابقوں کے حوالے سے ہے کچھ اور طویل کرتا اور اردو میں عقیدت نگاری کے ذیل میں الفاظ کے ایسے اندازِ استعمال کی ضرورت و اہمیت پر ذرا اور کھل کر بات

کرتا۔ان محبّانِ نعت میں سے ہر ایک پر یہ شعر صادق آتا ہے۔

اعتدالِ معانی از من پُرس

کہ مزاجِ سخن شناختہ اَم

(فیضی)

(شعر میں 'سخن' کی جگہ 'ثنا' پڑھے تو اور بھلا لگے گا)

نعت میں نادرہ کاری کے حصول کے لیے یہ بات ذہن میں رہے کہ صرف تراکیب سازی کی جمع آوری اور اُن کے استعمالِ محض سے بات نہیں بنتی پورے مصرع اور شعر کے ماحول میں اِس ترکیب کو ہم آہنگ کرنا ضروری ہے لفظی طور پر نہیں، معنوی طور پر۔ پھر شعر کی بحر اور مجموعی لسانی ولغوی فضا کے ساتھ اس ترکیب کو 'نعت سلیقہ' 'عقیدت آداب' اور 'احترام مزاج' بنانا ضروری ہے۔ یہ بات بھی ضروری ہے کہ ماضی میں ہو چکی شاعری کے دستیاب قرینوں کے پیش نظر نادرہ کاری ہونی چاہیے۔جست نما اور چونکا دینے والی نہیں۔ حمد ونعت کے ذیل میں مفاہیم ومطالب کے آداب واحترامات کے ساتھ الفاظ کے استعمال میں بھی ایک ایسی شائستگی اور خوش سلیقگی کا اہتمام ہونا چاہیے۔جس سے وہ قرینہ مل جائے جو ثنا کاری اور عقیدت نگاری کا لازمۂ اوّل ہے۔ بلکہ نعت طینت شاعروں کو اس قرینے کو اپنے مستقل مزاج کا حصہ بنانے کے لیے احتیاط کوش رہنا چاہیے۔

ذیل کے کچھ شعر دیکھئے جن میں تراکیب سازی الفاظ کے زوج اور لاحقوں سابقوں کے ذریعے نعت کے مذکورہ بالا قرینے کے حصول کی کوشش کی گئی ہے۔

بڑے آداب ہیں اس احترام آباد طیبہ کے

یہاں نبضِ جہاں تیز اور ہوا آہستہ چلتی ہے

☆

ہوائیں مغفرت آثار ہوتی جاتی ہیں
رواں ہے سوئے حرم قافلہ درودوں کا

☆

سفر مدینے کا حُب خیز اور بھی ہو ۔اگر
رہِ سفر میں کوئی نعت دوست مل جائے

☆

اے خوشا! یہ سرشاری، جو اثاثۂ جاں ہے
نعت دار سوچوں سے دل بہشت ساماں ہے

☆

ہوئی جاتی ہیں کیسے نعتوں پہ نعتیں
حرم کا سفر نعت آور بہت ہے

☆

مغفرت رُو ہو لفظ لفظ ترا
حمد میں التجا ہو بخشش کی

☆

سیرت شناس دوست جو دو چار جمع ہوں
حب دار ہو مکالمہ و گفتگو کا رنگ

(۳) نعت یاب، نعت رُو اور نعت طلب الفاظ کی گفتگو اور تراکیب کی نادرہ کاری کے حوالے سے جس لازمۂ نعت کا ذکر کیا گیا ہے وہ انتہائی اہم ہے۔ یاد رہے کہ جس طرح ہر

روح اپنے اظہار کے لئے جسم کی محتاج ہے۔ اسی طرح ہر فکر، جذبہ احساس، واقعہ، تجربہ، واردات اور مشاہدہ چاہے وہ ظاہر ہو یا باطن کا اپنے اظہار کے لیے الفاظ چاہتا ہے۔ میرزا عبدالقادر بیدل کے ساتھ۔ ناصر سرہندی کا ایک دلچسپ مکالمہ لفظ اور معنی کے حوالے سے ہُوا جس میں میرزا بیدل نے الفاظ کی ضرورت و اہمیت کے حوالے سے ایک حتمی اور بڑی خوبصورت بات کہی کہ 'معنی بھی تو ایک لفظ ہی ہے'۔

افکار و خیالات کی دُنیا میں جتنی مرضی سیر کر لیں۔ اس سیر کا بیان الفاظ ہی میں ہوگا ___ وہی 'ا' سے 'ی' تک کے حروف کے لفظی مرکبات اور تراکیب ___ پرندہ آسمان میں جس بلندی پر بھی پرواز کر لے اُس کو رزق کی تلاش میں زمین پر ہی اُترنا پڑتا ہے کچھ ایسا ہی مسئلہ معانی اور الفاظ کا ہے۔ معنی اگرچہ ایک لفظ ہی ہے۔ مگر پسِ معنی کی جو فضا اور اِس کی جو امکانی وسعتیں ہیں اُس سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ افکار کی وسعتوں کے تمام سلسلے الفاظ یعنی الف سے ی تک کے مختصر اور تنگ سے روزن ہی سے طلوع ہوتے ہیں گے اِس روزن کے پیچھے ہزاروں کائناتوں کی تاریکی پر محیط باطن (معنی) کی دنیا ہے۔ جو ہمہ وقت، ہمہ پہلو اور ہمہ حال آمادۂ اظہار رہتی ہے مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اظہار کے لیے حروف اور اُن کے مرکبات پرانے، محدود اور نت نئے افکار کی اقلیم کے مسافر کے لئے فرسودہ (cliche) نامکمل، غیر تسلی بخش ہیں علامہ اقبال نے ذوق وشوق میں یہ شعر کہا ہے:

کِس سے کہوں کہ زہر ہے میرے لیے مئے حیات

تازہ ہیں میرے واردات کہنہ ہے بزمِ کائنات

یہ بھی کچھ ایسی ہی بات ہے کہ جب واردات کی تازگی، بوقلمونی اور نئے پن کے مطابق موافق فضا اور شعری ماحول دستیاب نہ ہو تو حسّاس ذہنوں کو زندگی زہر ہی لگتی ہے دو

شعراور دیکھئے:

کہاں تلک مَیں سہوں لفظ ڈھونڈنے کا عذاب
کہے بغیر مری بات کیوں سمجھتے نہیں

اور

الف سے پہلے تھا اور ی کے بعد جو کچھ ہے
مرا یہ جرم کہ وہ حرف پڑھ گیا ہوں میں

ایسی صورت میں فنکار یا تو رازیابِ خاموشی کے حامل تخلیہ میں معتکف ہو جائے گا کہ ___ خموشی معنئ دارد کہ در گفتن نمی آید

یا پھر وہ دستیاب لسانی وسائل اور ذخیرۂ الفاظ پہ قناعت کر کے اُسے اپنے افکار کے اظہار کے مطابق اور موافق کرنے کی کوشش کرے گا۔ موجود سے بہتر اور بہتر سے بہترین اظہار کے پیرائے تلاش کرے گا۔ یہ پیرائے حروف کے زوج، مرکبات اور پھر الفاظ کی بہتر سے بہتر ترتیب (proper words in proper places) کے حصول کی کوشش کرے گا اور زندگی بھر اِس کوشش کو جاری رکھے گا۔

شعر اور روایت کے حوالے سے یہ کوشش ہی فن کی بنیاد ہے شعر یعنی اظہار کے باب میں جتنی کوشش ہوگی وہ اِسی انداز میں روایت بنتی چلی جائے گی کسی بھی زبان یا صنف کی پہلی کوشش سے اب تک کی جانے والی کوشش کا سلسلہ اس باب میں روایت کے تسلسل کا سلسلہ ہوگا ___ سمندر کے پانی کی طرح جس میں پہلا پانی بھی موجود ہوتا ہے اور ہر لمحے تازہ پانی بھی گرتا رہتا ہے۔

اُردو شاعری کی روایت کے تناظر میں نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جائزہ لیں تو اس میں اُردوئے قدیم کے شعری نمونوں سے تا حال ایک تسلسل نظر آتا ہے۔

بابائے اُردو کی تصنیف ،’اُردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام‘ سے ــــــ قدیم دکنی مثنویوں کے آغاز کے نعتیہ اشعار سے ــــــ عہدِ حاضر کی طویل یک کتابی نعتوں تک اُردو شاعری کی تخلیقی کوششوں کی ایک تاریخ ہے جس نے نعتیہ روایت کی آبیاری کی ہے جیسے جیسے اُردو زبان اُردو شاعری پروان چڑھی ہے ویسے ویسے اِس میں سیرتِ رسول کے بیان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عقیدت ومحبت کے اظہار کے نمونے نظر آتے ہیں۔ یہ نمونے ایک روایت کے طور پر ہر دَور، دبستان، علاقے کی اُردو شاعری میں کم وبیش موجود ہیں جب کوئی باکمال شاعر ادھر متوجہ ہُوا ہے تو اُس نے اِس روایت کو اپنی فنی مہارت سے رجحان ساز اور ثروت مند کیا ہے۔ محسن کاکوروی کا نعتیہ کلام محاسنِ شعری کے تمام پہلو لیے ہوئے ہے علامہ اقبال کی ’ذوق شوق‘ اُن کے اخلاقی مزاج کی طرح عالمگیر تہذیبی وتمدنی افکار کی حامل نعتیہ نظم ہے جس میں افکار کی وسعت کی طرح اظہار کی جدّت بھی ہے۔

عبدالعزیز خالد کا علمی انداز پر مشتمل نعتیہ اثاثہ تا حال سنجیدہ اور گہرے توضیحی مطالعات کا متقاضی ہے۔اُن کے ساتھ اُردو نعت کے معاصر منظر میں سینکڑوں شاعر اور اس روایت کو سنوارنے ،نکھارنے اور اسے وقیع بنانے میں مصروف ہیں۔

شاعری کی کلاسیکی صنفیں محدود سہی کہ بقول غالب

بقدرِ شوق نہیں ظرفِ تنگنائے غزل

کچھ اور چاہیئے وسعت مرے بیاں کے لئے

نئے شاعروں نے کثرت کے ساتھ غزل ہی کے اسلوب اور پیرائے میں نعت کہی اور مسلسل کہہ رہے ہیں غزل کی صنف کی طرح اور اُردو زبان کے لسانی سرمائے اور ذخیرۂ الفاظ کی تعداد بھی بقدرِ شوق نہ سہی مگر حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تعلق اور ذکرِ

رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا شوق انہی اصناف اور لسانی حد بندیوں میں مسلسل پروان چڑھ رہا ہے اور اب اِس تسلسل کی اپنی جداگانہ تاریخ اور علاوہ شناخت ہے اس تاریخ اور شناخت نے چونکہ اُردو شاعری کے مروجہ اسالیب ہی میں ظہور کیا ہے لہٰذا اُردو شاعری کی روایت ہی کے آئینے میں اُردو نعت کی بھی روایت جلوہ گر ہوئی ہے۔

اُردو نعت میں لفظیات اور تراکیب کے حوالے سے مطلوب قرینہ اور لازمہ جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے نہ صرف نعت کی ثروت مندی کا باعث ہوگا بلکہ اُردو کی شعری روایت کے حسن اور تابکاری میں بھی اضافے کا سبب ہوگا۔

......O......

۳

تلفّظ واملا

اظہار کسی بھی موضوع کا ہو اور صنف کوئی بھی ہو زبان و بیان کے مروّجہ اصولوں اور قرینوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے محتاط اور ذمّہ دار شاعر اپنے آپ کو لُغت (Dictionary) کے پابند رکھتے ہیں منقبت، نعت اور حمد ایسی اصناف ہیں جن میں قرآن کریم، احادیث وسیرتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی الفاظ، کئی اسمائے مبارکہ ایسے بھی آتے ہیں جنہیں لکھنے اور بولنے میں ہم لوگوں سے کبھی کبھار سہو ہو جاتا ہے یا ہماری توجہ املا اور تلفظ سے انحراف کی طرف نہیں جاتی شاعری خصوصاً نعت اور عقیدت نگاری ہی کی دوسری صورتوں (حمد و منقبت وغیرہ) میں زیادہ احتیاط دَرکار ہے اور اردو نعت کے معاصر منظر نامے میں تلفظ اور املا کے حوالے سے جو بے احتیاطیاں سہواً ہو رہی ہیں یا نادانستہ طور پر رہ جاتی ہیں اُن کی طرف توجہ دینے اور لُغت کے قواعد کو پیشِ نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

O ہم اللہ کے پاک اور بابرکت اسم سے برسبیل نعت: تلفظ و املا کے مسئلہ کا آغاز کرتے ہیں یہ ال۔ لاہ آ گاہ (مفعول) کے وزن پر ہے الّا (فعلن) کے وزن پر نہیں اساتذہ اور ذمہ وار شاعر ہمیشہ اسے صحیح تلفظ کے ساتھ استعمال کرتے ہیں مثلاً منظر عارفی کا یہ شعر دیکھئے

؎ کس قدر احسان ہے ہم پہ کیا اللہ نے
ہم کو بخشا شافعِ روز جزا اللہ نے

ہم لوگ کبھی کبھار اسے صحیح تلفظ کے ساتھ نہیں باندھتے آجکل مختلف رسائل و کتب میں چھپنے والی نعتوں میں کہیں کہیں اللہ کا تلفظ الّا کے وزن پر آتا ہے مثلاً یہ شعر دیکھئے

؎ اللہ کی رحمتیں بھی چلی آئیں ساتھ ساتھ
پہنچے جو آنحضور مدینہ منوّرہ

ایسی جگہوں پر مولا، آقا، خالق یا اللہ تعالیٰ کا کوئی اور نام استعمال کر کے الاّ کے تلفظ سے اِس لفظ کو بدل لینا چاہئے۔

البتہ اگر اللہ اللہ کے الفاظ آ جائیں یعنی دو بار اللہ کا لفظ اکٹھا تو فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں اس کا وزن صحیح عربی تلفظ کے مطابق نظر نہیں آتا مثلاً یہ مصرعے دیکھئے

؎ اللہ اللہ شئہ کونین جلالت تیری

؎ اور اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر

ان مصرعوں میں ہر جگہ پر اللہ کا لفظ الاّ کے وزن پر ہے۔ مثنوی مولینا روم کا ایک مصرع دیکھئے جس میں پانچ بار یہ لفظ الاّ کے وزن پر ہے۔

؎ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ کرد

اللہ اللہ جب یہ دونوں الفاظ اکٹھے آتے ہیں (عام استعمال میں یا استعجابیہ حالت میں) تو عام طور پر اسی تلفظ (اِلاّ) میں ملتے ہیں۔ صرف اَن بحروں میں جہاں عروض کے اعتبار سے اس کی گنجائش تھی ایسی مثالیں دستیاب ہیں مثلاً

؎ اللہ ' اللہ ' اللہ ' اللہ
ہم کو دکھا دین کی سیدھی شہراہ

؎ پیش نظر ہے اُس شاہ کا دَر
الحمد للہ، اللہ اکبر

مخصوص بحور و آہنگ کے علاوہ اللہ اللہ اور اللہ کے نام کے ساتھ کثرت استعمال میں آنے والے مرکبات الحمدللہ، بسم اللہ، سبحان اللہ، ماشاء اللہ، ان شا اللہ وغیرہ کے استعمال میں اکثر اللہ الاّ کے وزن پر نظر آتا ہے۔

اسی طرح سبحان اللہ، ماشاء اللہ، الحمدللہ کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے بھی متوجہ اور محتاط رہنا چاہیئے بعض بحروں کے آخر میں اگر یہ الفاظ آ جائیں تو عروضی اعتبار سے اِس کا جواز نکل آتا ہے مثلاً

ے ہم سفر ہوگا نبیؐ کا کرم، ان شاء اللہ
سرخرو جائیں گے دنیا سے ہم ان شاء اللہ

ے حمد کس طور سر افراز ہے ماشا ء اللہ
رخِ ہر لفظ گل انداز ہے ماشا ء اللہ

ے وہ مرے پاس ہے سبحان اللہ
جزو احساس ہے ماشا ء اللہ

ے نگاہوں میں ہے پھر باب حرم الحمد للہ
کیا مالک نے پھر لطف و کرم الحمدللہ

O سبحان اللہ۔۔۔میں سبحان کا لفظ سُب حان ایمان، سلطان کے وزن پر ہے بعض شاعروں کے ہاں تلفظ میں اس کی ح واضح نہیں ہوتی اور سبان کے تلفظ میں اِس کو برتا جاتا ہے خصوصاً بحر کامل مثمن سالم (مضاعلین مضاعلین مضاعلین مضاعلین) والی نعتوں میں کچھ شاعر سبحان اللہ کو سبان اللہ کے تلفظ پر باندھتے ہیں مثلاً

ے مرے ہونٹوں پہ تیرا ذکر ہے دائم سبحان اللہ

اس میں سبحان کی ح تلفظ میں نہیں آ رہی ایسی ردیف کو مرے اللہ میں بدلا جا سکتا

ہے کئی بحروں کے آخر میں اللہ کے لفظ کے آخر میں ہ کی گنجائش نکل آتی ہے (جیسے فعلن سے،فعلان کے تلفظ میں)

O ان شاءاللہ۔۔۔ یہ قرآنی تراکیب ہے اکثر اہل قلم اسے انشاءاللہ لکھتے ہیں اس بارے بھی محتاط رہنے کی ضرورت ہے ان شاءاللہ صحیح قرآنی املاء ہے

O رحمتِ للعالمین۔۔۔۔یہ قرآنی الفاظ ہیں

و ما ارسلنك الّا رحمة للعالمين (الانبیاء۔۔۔آیت ۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا

اکثر نثر اور شاعری (نعت) میں رحمت اور للعالمین کے درمیان الف لکھا جاتا ہے کئی کتابوں کے ناموں اور انتسابوں میں 'رحمت اللعالمین' لکھا دیکھا گیا ہے۔جو غلط ہے اور قرآنی الفاظ میں تحریف و اضافہ کے ذیل میں آتا ہے دانستہ ایسی کوشش بہت بڑا گناہ ہے عقیدت کے اظہار میں عقیدہ مجروح نہیں ہونا چاہئے مَیں نے بعض مسجدوں اور علمی اداروں سے شائع ہونے والی تحریروں میں رحمت للعالمین میں الف کی شمولیت دیکھی ہے اخباری کالموں میں ،نعتوں میں، بیزوں اور دیواروں کی جگہ پر یہ ترکیب الف کے ساتھ نظر آتی ہے بعض اوقات ہم مسودہ کاتبوں اور کمپوزوں کے سپرد کرتے ہیں وہ رحمت للعالمین کو رحمت اللعالمین لکھ دیتے ہیں اس بارے توجہ دینے کی ضرورت ہے رحمت اور للعالمین میں الف نہیں ہے

رحمتہ للعالمین ؓح مَ/تل لِ ل عالؓبحوالہ ۱۴۵۵ (کالم۳) لغت نامہ وہخدا، جلداول

البتہ اگر آپ رحمتہ العالمین لکھنا چاہتے ہیں تو اس میں الف کا شمول ضروری ہے

رحمتہ العالمین___بحوالہ۱۴۵۵___کالم۳___لغت نامہ دہخدا___جلد اوّل

O صلّوا___اسی طرح صلّوا کا لفظ ہے عربی قواعد کے مطابق یہ لفظ الف

کے ساتھ ہی صحیح ہے لیکن کئی جگہوں پر صلّوا، قولوا، سیروا کے الفاظ عربی قواعد زبان کے خلاف صلّو، قولو، سیرو لکھے نظر آتے ہیں ایسے الفاظ کا املا الف کے ساتھ ہے اگر چہ اِن کے تلفظ اور وزن میں فرق نہیں پڑتا مگر ان کا املا صحیح ہونا چاہئے یعنی الف کے ساتھ۔

O مزّمل اور مدّثر۔۔۔۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآنی اسمائے مبارکہ ہیں ہماری نعتوں میں ان کا تلفظ خال خال ہی صحیح دیکھنے میں ملتا ہے اکثر شاعروں نے ان الفاظ کو فعولن کے وزن پر استعمال کیا ہے مثلاً

مدّثر ، مزّمل ہمارے نبیؐ
وہ نبیوں میں ہیں سب سے پیارے نبیؐ

صحیح تلفظ کی مثال ملاحظہ ہو

مدثّر و مزّمّل و احمد کی ہے امّت
اللہ کرم کر ' یہ محمّد کی ہے امّت

O سیّد کے لفظ کو بھی ہم لوگ احمد کے قافیہ پر باندھ لیتے ہیں اس لفظ کا صحیح تلفظ ساجِد، مسجِد اور عابِد ہے زیر کے ساتھ اگر چہ بولنے میں (بقولِ فرہنگ تلفظ: شان الحق حقی) یہ زبر کے ساتھ غلط العام یا غلط العوام ہے (یعنی معبد اور سرحد کے وزن پر) مگر اِسے شعر میں برتتے ہوئے محتاط رہنا چاہیے اور اسے عربی نعت کے مطابق عابِد ہی کے وزن پر باندھنا چاہیے۔

O مواجہ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی جالیوں کے سامنے کی جگہ جہاں کھڑے ہو کر سلام پیش کرتے ہیں) عربی میں مواجہتہ/مواجہہ باندھا جاتا ہے مگر فارسی لغات میں اِس کے دو لفظ مواجہ/مواجہہ دونوں تلفظات ملتے ہیں (مشابہ/مشابہت کے وزن پر) اردو میں اس کا تلفظ (بحوالہ اردو نعت: اردو ڈکشنری بورڈ

کراچی) مواجہ ہی ہے ہمارے شاعروں میں اِس کا چلن اِسی وزن (مدینہ) کے وزن پر ہے کچھ شاعروں نے اسے عربی تلفظ کے التزام کے ساتھ بھی باندھا ہے مثلاً یہ شعر دیکھئے۔

مواجہہ

مَیں چپ تھا ہو رہی تھی مرے ترجماں کی بات
پیشِ مواجہہ مرے اشکِ رواں کی بات
(شاکرالقادری)

مواجہ

لوٹا ہے مدینے سے ریاض اپنا بدن ہی
جو روح ہے وہ اب بھی مواجہ پہ کھڑی ہے

O آپؐ کے اسم/ضمیر مبارک پر درود شریفؐ کی علامتِ اختصاری کا مسئلہ بھی بڑا توجہ طلب ہے۔ 'برسبیلِ نعت' کے سلسلہ ہائے مضامین میں زیرِنظر ذیلی موضوع املا وتلفظ میں سب سے اہم اور نازک مسئلہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اسم مبارک کی کتابت اور کمپیوٹر کمپوزنگ کا حوالے سے ہے کمپوزنگ کے آغاز قریباً گزشتہ صدی کے آخری ربع صدی ہوا۔ اسّی کی دہائی سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر ؐ کا نشان ڈالا جاتا تھا آپؐ کے حوالے سے نثر میں اگر کوئی ضمیر وہ، اُن، تو، تمہارا وغیرہ آتی تو اس کے تخصّص کی بھی ؐ کے ساتھ نشاندہی کر دی جاتی اب کمپوزنگ سے حاصل ہونے والی آسانیوں میں صلی اللہ علیہ وسلم کی عبارت ایک (لگیچر، آئی کون، سٹاک فریز) یعنی علامت اختصاری میں دستیاب ہے اور دوسری کمپوز کی جارہی کمپوزنگ سے مختلف ہے مثلاً اگر کمپوزنگ 18 پوائنٹ میں ہو تو یہ دردری عبارت شائد 8 اس سے بھی کم (جس پوائنٹ میں ہو وہ بہر حال رواں عبارت سے چھوٹے فانٹ سائز میں) ہوتی ہے اور دوسری عبارت کے

مقابلے میں املائی تخفیف کی حامل ہوتی ہے اگر اِس نشان کو رواں کتابت کے فانٹ میں لکھا جائے تو پھر سطر کی ترتیب اور موزونیت متاثر ہوتی ہے۔

کبھی کبھار ایک ایک مصرع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک پانچ پانچ چھ چھ بار آجاتا ہے مثلاً یہ شعر دیکھئے

نبی ، رسول ،بشیر، اُمیؐ ،شاہد اور رحیم
محمدؐ، ابطحی، مدثر و رؤف و کریم

اب درود کی علامتوں کے ساتھ اس کی مختلف شکلیں دیکھئے۔

۔ا۔

نبیؐ ، رسولؐ ،بشیرؐ ، اُمیؐ ،شاہدؐ اور رحیمؐ
محمدؐ، ابطحیؐ، مدثرؐ و رؤفؐ و کریمؐ

۔۲۔

نبی ﷺ، رسول ﷺ، بشیر ﷺ، اُمیِ ﷺ، شاہد ﷺ اور رحیم ﷺ
محمد ﷺ، ابطحی ﷺ، مدثر ﷺ و رؤف ﷺ و کریم ﷺ

۔۳۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ،رسول صلی اللہ علیہ وسلم ، بشیر صلی اللہ علیہ وسلم ، اُمیِ صلی اللہ علیہ وسلم ،شاہد صلی اللہ علیہ وسلم اور رحیم صلی اللہ علیہ وسلم
محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ابطحی صلی اللہ علیہ وسلم، مدثر صلی اللہ علیہ وسلمو رؤف صلی اللہ علیہ وسلمو کریم صلی اللہ علیہ وسلم

آپ نے دیکھا ایسی صورت میں (۳+۲) اگر آپ ہر اسم رسولؐ اور ضمیر پر صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ شامل کریں گے تو مصرع کی کمپوزنگ کے علاوہ اس کی قرات پر بھی اثر پڑے گا یہ بات یاد رہے کہ اگر قاری صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پڑھتا اور اچٹتی ہوئی نظر

ڈال کر اِس سے آگے گزر جاتا ہے تو وہ گنہ گار ہو جاتا ہے لکھنے والا یا ٹائپ کرنے والا نہیں اِس عبارت کو نہ پڑھنے والا گنہ کا ارتکاب مرتکب ہو جاتا ہے۔ انسان خطا کا پتلا ہے محتاط سے محتاط انسان سے بھی اس ضمن میں خطا سرزد ہو سکتی ہے اور مصرعے کو روانی میں پڑھتے ہوئے قاری سے ان الفاظِ درُود کے بارے میں صرفِ نظر ہو سکتا ہے۔

نثر کی بات اور ہے شاعری میں بہر حال آہنگ کا التزام کیا جاتا ہے آہنگ کا مسئلہ شعر کے ساتھ اس طرح جُڑا ہُوا ہے جیسے بدن کے ساتھ روح ____ واضح رہے کہ مصرع میں ترا کی جگہ تیرا لکھنے اور پڑھنے سے بھی آہنگ میں خلل واقع ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اس میں مقدس عبارت درود شریف کو شامل کیا جائے اور اس شمول سے وہ مصرع بے آہنگ ہو جائے بقول کسے

؎ داند آں کس کہ فصاحت بہ کلامے دارو
ہر سخن جائے و ہر نقطہ مقامے دارو

اللہ تعالیٰ معاف فرمائے یہاں درود کی تنقیص یا تخفیف مراد نہیں درود شریف کے ایک ایک حرف پر ہماری ہزاروں جانیں قربان درود ہزاروں مبارک اذکار کا خلاصہ، ثمر اور ماحصل ہے اِس کے فضائل بیان کرنے کے لئے عمرِ خضر بھی کم ہے یہاں بات صرف شعری آہنگ کے حوالے سے کی جا رہی ہے۔ شعری آہنگ اظہار کی تاثیر کا باعث ہوتا ہے الفاظ بعنیہٖ وہی بھی ہوں مگر اِن کی ترتیب کا ذرا سا اختلاف بات کی تاثیر ختم کر دیتا ہے غالب کا یہ مصرع دیکھئے ؎ تھی وہ اک شخص کے تصوّر سے تھی

دوسرا مصرع (اب وہ رعنائی خیال کہاں) پہلے مصرع میں ایک لفظ کی ترتیب بدل کر اسے یوں لکھیں۔ وہ اک شخص کے تصور سے تھی

ہم نے شروع کے لفظ 'تھی' کو وہاں سے اُٹھا کر آخر میں لکھ دیا اگر چہ نثر کے اعتبار

سے مصرع کی ترتیب صحیح ہوگئی لیکن آپ دیکھیں کہ ان الفاظ کی مصرع والی ترتیب میں سے کچھ چیز غائب ہوگئی ہے کہی گئی بات کی تاثیر، یا اور کوئی جادوئی کیفیت یا طلسماتی اثرات الفاظ کے اندر سے نکل گئے ہیں۔ اسی طرح شعر کے اندر کچھ اور لفظ شامل کرنے سے بھی نا صرف اِس کی تاثیر متاثر ہوتی ہے بلکہ وہ بے وزن ہو جاتا ہے مثلاً غالب کے اسی مصرعے کو یوں پڑھے (روحِ غالب سے بہت ہی معذرت کے ساتھ)

؎ تھی وہ اک شخص اللہ بخشے کے تصور سے

دو لفظ بیچ میں شامل کر دیں، چاہے وہ دعائیہ ہی ہوں اس طرح مصرعہ خارج ازوزن اور بے ترتیب ہو جاتا ہے۔

اب نعت کے حوالے سے ہم دو مثالیں پیش کرتے ہیں ان شعروں کو دیکھئے

سلام پڑھتے ہوئے ہم نہ دیکھ پائیں مگر
جواب دیتے ہوئے وہ ﷺ تو ہم کو دیکھتے ہیں

اب اس شعر کو یوں پڑھے

سلام پڑھتے ہوئے ہم نہ دیکھ پائیں مگر
جواب دیتے ہوئے وہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہم کو دیکھتے ہیں

ایک مثال اور دیکھئے

اگر یہ سچ ہے کہ اذکار چہرہ رکھتے ہیں
تو پھر حضور ﷺ کی صورت ہی ہوگا روئے درُود

اب اس شعر کو یوں پڑھے

اگر یہ سچ ہے کہ اذکار چہرہ رکھتے ہیں
تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت ہی ہوگا روئے درُود

آپ نے دیکھا کہ اگر صلی اللہ علیہ وسلم کے شمول کے التزام کے ساتھ یہ شعر پڑھے جائیں تو اِن مصرعوں کا (جس میں آپؐ کا ذکرِ مبارک آیا ہے) آہنگ، شعر والا آہنگ نہیں رہے گا بلکہ نثر والا بھی نہیں اور اگر آپ یہ شعرِ نعت پڑھتے ہوئے دُرود کی عبارت چھوڑتے ہیں تو آپ گنہ گار ہو جاتے ہیں

درود شریف بہر حال نعت گوئی سے افضل وِرد، شغل، عمل، ذکر اور عبادت ہے۔ اُردو میں عمدہ سے عمدہ اعلیٰ نعت گو، اچھی سے اچھی نعت بھی لکھے تو وہ ایک بار پڑھے گئے صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کی اہمیت اور رتبے کو نہیں پہنچ سکتی ______

نعت لکھتے اور پڑھتے ہوئے آپ بہر حال یہ پیشِ نظر رکھیئے کہ یہ کارِ خیر اور شغلِ مبارک اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا تذکار ہے مگر یہ درود نہیں آپ شعری زبان اور تلازماتی بہاؤ میں نعت کو لاکھ، دُرود نما ذکر کہہ لیں مگر یہ دُرود کے مبادل یا مماثل نہیں ۔۔۔لہٰذا نعت خوانی کو بعینہٖ دُرود خوانی نہ سمجھئے اور نہ اس کو دُرود بنانے پر اصرار کریں۔

نعت میں اسمائے رسولؐ مبارکہ کے ساتھ درود کے شمول کے حوالے سے اب تک جو نکات سامنے آئے وہ یہ ہیں

۱)۔نعت میں اسمائے رسولؐ کے ساتھ کمپوز ہونے والے الفاظ درود ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کو لکھتے ہوئے املائی تخفیف روا رکھی جاتی ہے جو کسی طور مناسب نہیں

۲)۔رواں عبارت اور الفاظ درود ایک جیسے سائز میں کرنے سے متن کی سطر متاثر ہوتی ہے۔

۳)۔درود کی عبارت نہ پڑھنے سے قاری گنہ گار ہو جاتا ہے

۴)۔بعض مصرعوں میں دو دو، تین تین، چار چار بار آپؐ کا اسم مبارک آنے سے مصرع کی ساخت نہ صرف بے آہنگ ہو جاتی ہے بلکہ وہ شاعری نہیں رہتی

۵)۔آپؐ کے اسم مبارک کے ساتھ عام طور ہر جونشان اختصاری استعمال ہوتے ہیں وہ یہ ہے

ص ؐ صلعم

اور اِن نشانات کی بجائے جہاں مکمل کلمہ لکھا جاتا ہے وہ یوں

O ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم

پہلے دو کا املا تخفیف سے آتا ہے جو عبارت چل رہی ہے اس پر بہت ہی اختصار کے ساتھ متعلقہ فانٹ سائز میں ___ مختلف رسالوں اور کتابوں میں یہ ملی جلی صورتیں ملتی ہیں بعض اوقات ایک ہی صفحہ پر یہ ساری مختلف صورتیں موجود ہوتی ہیں۔

پہلی صورت ___ یہ دُرود کے لئے اختصاری نشان ہے اور صرف ایک علامت ہے جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ یہ نام یا ضمیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے دوسری صورت میں دُرود کی عبارت مکمل ہے جس میں بہت ہی املائی تخفیف کے ساتھ دُرود درج ہے۔جس سے قاری صرف نظر نہ کرسکتا ہے نہ اسے کرنا چاہئے کہ ایسا کرنے سے وہ گنہ گار ہوتا ہے مگر جس کو املا کے جاری سائز سے نہایت کم کر کے لکھنا مناسب نہیں۔

تیسری صورت میں اگر دُرود کے کلمے کو جاری املائی سائز میں لکھا جائے تو شعر کا آہنگ شعر کا آہنگ نہیں رہتا اگر ایک شعر میں آپؐ کا اسم مبارک تین چار یا زائد بار آیا ہے تو شعر کی عبارت، وزن اور تاثر کچھ کا کچھ بن جاتا ہے میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ کمپوٹر ملنے والی کی روشنی میں اِن تمام مثالوں کی تصویری شکلیں شامل کی جائیں تاکہ اس مسئلے کی مزید وضاحت ہو سکے لیکن مضمون کی طوالت کے خوف سے ماضی میں چھپنے والی کتابوں اور نعت کے حوالے سے تازہ کتابوں سے تصویری عکس پیش نہیں کئے جارہے اِس دَور میں جب عام اخبارات و رسائل اور جرائد کتب میں نعت پاک کی اشاعت عام ہو رہی ہے۔

درُودشریف کی علامت اختصاری یا درُود کے الفاظ کے حوالے سے یکسو اور ہم اسلوب ہونے کی ضرورت ہے۔ مجھے امید ہے نعت کی صنف سے محبت کرنے والے اہل قلم اور مخلص حضرات اس بارے میں اظہار خیال کر کے کسی یکساں املا پر پہنچنے کی کوشش کریں گے۔

٦)۔درُودخوانی نعت خوانی سے ہزاروں گنا افضل وظیفہ ہے لٰہذا آپ نعت لکھتے اور پڑھتے ہوئے یہ ذہن میں رکھیں نعت درُود نہیں ہے یہ شعری آہنگ میں کیا جانے والا اظہار محبت و عقیدت ہے اس میں موضوع کی نزاکت کے ساتھ آہنگ کا التزام بھی ضروری ہے اور کسی بھی زائد لفظ کے شمول سے شعر خارج از آہنگ ہو جاتا ہے اور وہ شعر نہیں رہتا۔

یہ مسئلہ دراصل علامات اختصاری کا ہے جس طرح قرآن کریم کی عبارت اور آیات کے دوران اور خاتمے میں بعض علامات درج ہوتی ہیں وہ پڑھنے اور دہرانے کے لئے نہیں صرف سمجھنے اور ذہن میں رکھنے کے لئے ہوتی ہیں اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کے تخصص کو واضح کرنے کے لئے ہمارے اکابرین چند علامات کا استعمال کرتے رہے ہیں لغت نامہ دہخدا عربی، فارسی ،اُردو تمام مشرقی زبانوں میں سے ایک انتہائی اہم، وقیع لغت ہے(جو پہلے پچاس ضخیم جلدوں میں شائع ہوا تھا اب اسے چھوٹے فانٹ میں 16 میں شائع کیا گیا ہے اس کا ایک متوسط ایڈیشن بھی دو ضخیم جلدوں میں شائع ہوا ہے) یہ لغت دانشکدہ تہران کی طرف سے فاضل اور بین الاقوامی حیثیت کے حامل فارسی ماہرین لغت کے زیر اہتمام مرتب ہوتا اور چھپتا ہے اس میں ان علامات اختصادی کو حروف ہی سے واضح کیا گیا ہے۔مثلاً

ص نشانہ اختصاری ومخفف صلی اللہ علیہ وآلہ

(١٨٨١ کالم ا جلد دوم)

اسے ؐ اورص لکھا جاتا ہے۔

(یہ نشانہ اختصاری ومخفف صفحہ بھی ہے)

رضہ ﷺ علامت اختصاری رضی اللہ عنہ

(۱۴۷۷ کالم تین)

رضھم ﷺ علامت اختصاری رضی اللہ عنہا

رضی اللہ عنہ ۔ رضی اللہ عنہا ۔ رضی اللہ عنھم ۔ رضی اللہ عنھما

ان سب دعائیہ جملوں کے لئے کہ اللہ اِس مرد سے ،عورت سے،ان مردوں سے، اِن عورتوں سے راضی ہواپر ؓ / رضہ / رضھم / رضھما کی علامت اختصاری درج کی جاتی ہیں۔اسی طرح صحابہ کے لئے یہ علامات اختصاری ہیں۔

مجھے گزشتہ سالوں وار برٹن کی سالانہ نعتیہ کانفرس کا ایک دعوت نامہ ملا جس میں کلمہ طیبہ میں آپؐ کے نام ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم یوں لکھا ہوا تھا

لا الہ الاّ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ

سیف الملوک ،معروف پنجابی شہکار کے مصنف میاں محمد بخش ہیں جب ان کا کلام مجالس میں پڑھا جاتا ہے تو مقطع میں ان کا نام آنے پر کئی سامعین صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر انگوٹھا چومتے اور آنکھوں کو لگاتے نظر آتے ہیں اور شاعر کے نام کو حضور اکرمؐ کی ذات والا کا نام سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہماری سادہ لوحی اور اس حوالے سے کی جانے والی خطائیں معاف کرے۔

نعت میں شعری آہنگ کو برقرار رکھنے کے لئے ہمارے اکابرین (شاعر،محدّث، فقیہہ، مفسّر اور معروف اہلِ قلم) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پرؐ کا نشان ڈال دیتے ہیں جس سے قاری کو اس بات کی نشان دہی ہو جاتی ہے کہ اس ضمیر یا اسم کا اشارہ رسول اکرمؐ کی طرف ہے قاری اپنے ذوق ،مزاج، مقام اور ساعتِ مطالعہ کے حوالے

مناسبت اور سہولت سے صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ دورانِ مطالعہ زیرِ لب دہرا بھی لیتا ہے اور اگر کسی وقت اس نشان سے (ص سے) صرف نظر بھی ہو جاتا تھا تو وہ گنہ گار نہیں ہوتا ہے۔

نعت کے املا کے باب میں آپؐ کے اسم مبارک کے ساتھ دُرود کا شمول ایک توجہ طلب مسئلہ ہے مجھے امید ہے شعری نزاکتوں سے آگاہی رکھنے والے با ذوق اہل قلم اس بارے اپنے نتائج فکر کا اظہار فرمائیں گے

(مَیں نعت اور شاعری میں آپ کے اسم مبارک اور ضمیروں پہ کمپیوٹر سے پہلے کے دورِ کتابت کی طرح ؐ کا نشان ڈالتا ہوں اور نثر میں اسی سائز اور رسم الخط میں صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ لکھتا ہوں اور میری کوشش ہوتی ہے کہ میرا کمپوزر بھی کمپیوٹر کا طے شدہ مخصوص نشان استعمال نہ کرے۔)

یہ مسئلہ سنجیدہ توجہ چاہتا ہے اسے کمپوزر حضرات کے حوالے نہیں کرنا چاہیئے اگر آپ اسے علامتِ اسم وضمیر رسولؐ کے حوالے سے استعمال کرتے ہیں تو ؐ کی علامت استعمال کریں ورنہ املا کی تخفیف کے بغیر رواں اور جاری سائز میں صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ لکھے جائیں اس سے مصرع کی جسامت ،سائز اور الائمنٹ میں (اور مصرع کے شعری آہنگ میں) فرق ضرور پڑے گا لیکن قاری اِسے صرفِ نظر کرنے کا گنہ گار نہیں ہوگا۔

اِس کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نعت کے اوپر عنوان کی جگہ (عنوان کے طور پر نہیں) صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ لکھ دیئے جائیں ____ قابلِ مطالعہ جلی سائز میں ____ (ایک روایت کے مطابق اگر کسی مجلس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک بار بار لیا جائے تو ایک بار درود شریف پڑھنا اِس پوری مجلس کے دورانیہ میں آپؐ کے اسم مبارک پر دُرود شریف پڑھنے کی کفالت کرتا ہے) اس صورت میں نعت کے

اندر آپؐ کا اسم مبارک اور ضمیر مبارک جتنی بار بھی آئے اس پر علامت اسمِ ضمیر رسولؐ یعنی ؐ لکھ دیا جائے اس سے شعری آہنگ متاثر نہیں ہوگا

واضح رہے کہ مَیں 'بَرسبیل نعت' کے سلسلہ مضامین میں یہاں املا و تلفظ کے حوالے سے بعض ان مسائل کی طرف صرف توجہ دلا رہا ہوں جنہیں مَیں نے محسوس کیا ہے مَیں اس ضمن میں کوئی کتابِ عقائد یا فقہی اصول مرتب نہیں کر رہا نہ مَیں اِس کا اہل ہوں اِس پر بعض پیدائشی ناقد اور جبلّی نکتہ چین یہ کہہ سکتے ہیں کہ پھر میں اس بحث میں پڑا ہی کیوں ہوں؟ گزارش ہے کہ بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں جنہیں آدمی محسوس کرتا ہے مگر اُس کے پاس اِس کا کوئی واضح حل نہیں ہوتا 'برسبیلِ نعت' کے حوالے سے یہ محسوسات بھی خود کلامی کے ذیل میں سمجھئے کاغذ پر اِس لئے آئے ہیں کہ شائد کسی کے پاس اس مسئلہ کا کوئی واضح اور قابلِ قبول حل ہو____ کمپیوٹر کے آغاز سے یہ مسئلہ اس لئے بھی نمایاں ہُوا کہ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض پرانی کتابیں اِن دنوں جب دوبارہ کمپیوٹر کی کتابت میں شائع ہوئی ہیں تو اس میں آپؐ کے اسما و ضمیر کے حوالے سے اسی نئے طرز کمپوزنگ کو روا رکھا گیا ہے مثلاً گزشتہ سالوں میں طارق اکیڈمی فیصل آباد سے قاضی منصور پوری کی 'رحمت للعالمین' شائع ہوئی ہے اس میں جگہ جگہ بعض مقامات پر سطر سطر میں کئی بار یہی طرز کتابت ملحوظ رکھی گئی ہے قاضی منصور پوری کی سیرت کے پرانے کتابت شدہ ایڈیشنوں میں آپؐ کے اسما و ضمائر کے ساتھ درُود کی عبادت کا شمول ایسے نہیں تھا کہیں کہیں اسم اشارہ/ضمیر کا التزام تھا اسی طرح مولیٰنا احمد رضا خاں بریلوی اور مولیٰنا اشرف علی تھانوی کی پرانی کتابت شدہ کتابوں میں ایسے مقامات پرؐ کے نشان ہی کو روا رکھا گیا تھا۔

'نعت رنگ' سے یہ توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ نعتیہ شاعری میں حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم و ضمائر مبارک کے حوالے سے کسی قابل قبول طرزِ املا کا تعین کرے اس جریدے نے نعت کے ضمن میں کئی رجحان ساز میلانات کی طرف قارئین وشعرا کی توجہ مبذول کرائی ہے اگر وہ نعت رنگ کی آئندہ اشاعتوں اور نعت ریسرچ سنٹر میں چھپنے والی کتابوں میں کسی طے شدہ املائی اسلوب کا انتخاب کریں تو بعید نہیں کہ رفتہ رفتہ اس باب میں اہل قلم کسی قابل قبول اور لائقِ عمل طرز املا پر متفق ہو جائیں۔

......O......

٤

تحقیق و تنقید

آج کل نعت کے حوالے سے ایک مسئلہ ان طلبہ وطالبات کا سامنے آ رہا ہے۔ جو ایم فل یا پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لئے تحقیقی وتنقیدی مقالہ لکھنا چاہتے ہیں اور جنہیں کسی نعتیہ موضوع کی تلاش ہے اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ نعت کے ذیل میں موضوعات کم کم ہیں یہ بات صحیح نہیں ذرا سا غور کیا جائے تو صرف اردو نعتیہ شاعری کے حوالے سے سینکڑوں نہیں ہزاروں موضوعات مل جاتے ہیں ___ ایسے موضوعات جو قابل تحقیق (Re-serchable) ہیں۔

عام طور پر قابل تحقیق موضوعات کے لیے مقتصیات میں دو باتیں اہم ہوتی ہیں۔ایک یہ کہ وہ موضوع واقعی اہم، نادر اور قابل تحقیق ہو اِس کے بارے میں اتنا اور ایسا مواد دستیاب ہو کہ اس پر ایک مقالے لائق حجم کے برابر کام ہو سکے ایم فل کے لئے قریباً اڑھائی تین سو صفحے اور پی ایچ ڈی کے لئے چار پانچ سو یا کچھ کم وبیش صفحات ___ (واضح رہے کہ ہر موضوع ریسرچ سکالر کی تحقیق استعداد اور دستیاب مواد و وسائل کے اعتبار سے اپنے مقالے کا پھیلاؤ رکھتا ہے اس کی ضخامت کے لئے کوئی طے شدہ یا لگا بندھا اصول نہیں ہوتا)۔

دوسرے یہ کہ اس موضوع پر اب تک اس نوعیت کا کام پہلے نہ ہُوا ہو ___ اگر پہلے کبھی ہوا ہو بھی تو اب کئی دہائیاں گذرنے کے بعد اِس بارے میں مواد ہو تو پرانی تحقیق ہر تحقیق مزید بھی ہو سکتی ہے عموماً وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کسی علمی وادبی اور شعری ولسانی موضوع پر بہت کچھ قابل ذکر اور لائق توجہ مواد سامنے آ جاتا ہے نئے نظریات اور درپیش احوال ومسائل کی تلاش میں بھی بعض اوقات پرانے موضوعات کو نئے زاویہ نظر سے دیکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے ہماری شعری تنقید میں اِس کی ایک اہم مثال نظیر اکبر آبادی کی شاعری ہے جسے کئی سابقہ تذکرہ نگاروں نے اسے نظر انداز کیا دہلی اور لکھنؤ کے دبستان سے

وابستہ شاعر اپنے حوالے سے اِس کی شناخت سے گریز اور اپنی صف میں اس کے شمول سے اجتناب کرتے رہے مگر ترقی پسند تحریک اور اِس تحریک سے وابستہ رجحانات ومیلانات سے متاثر ہونے والوں کے نزدیک وہ عوام دوست اور رجحان ساز شاعر قرار پایا اور ترقی پسند نقادوں نے اپنے نظریات کی روشنی میں ازسرِنو اس کی تعبیر وتشریح کی اور یوں انہیں ایک فراموش اور نظر انداز شاعر ماضی کے سب شاعروں کا سُرخیل نظر آیا۔

اردو نعت تحقیق وتنقید کے دائرے میں گزشتہ صدی کے آخری ربع میں داخل ہوئی اگرچہ اس سے قبل اس صنف اور اِس صنف سے وابستہ شاعروں کے بارے میں کچھ مضامین مختلف اوقات میں لکھے گئے تھے اور جامعات کی سطح پر بھی کچھ تحقیق کام ہُوا تھا (اس کام کی نشاندہی اور تفصیل کئی مقالوں اور کتابوں میں ہو چکی ہے یہاں اسے دہرانے کی ضرورت نہیں) مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اس گاہ گاہے ہونے والے کام کو ایک باضابطہ روایت کا درجہ اِسی دور (یعنی گزشتہ صدی کے آخری ربع) میں ملا جسے حافظ لدھیانوی نعت کا زمانہ، اور حفیظ تائب، بہارِ نعت، سے تعبیر کرتے ہیں حافظ صاحب کا مصرع ہے ؎ خدا کا شکر مجھے نعت کا زمانہ مِلا

اور تائب نے اردو کے نعتیہ انتخاب کا نام ''بہارِ نعت'' رکھا یہاں بہار سے مراد موسم، دَور اور عہد ہے۔

کوئی بھی صنف، روّیہ، قدر، رجحان اور نظریہ اسی وقت ایک باضابطہ روائت کا درجہ اختیار کرتا ہے جب وہ زیادہ سے زیادہ حوالوں اور افراد کے مکالموں میں زیرِ بحث آئے مختلف لوگ اِس پر اظہارِ خیال کریں، جرح وتعدیل اور بحث ومباحثہ سے اِسے باقاعدہ ایک ادبی مکالمے اور بیانیے کی صورت مل جائے جتنے زیادہ اہلِ فکر، اہلِ دانش، اہلِ نظر، اور ادب ودانش سے جُڑے ہوئے لوگ اِس صنف رویہّ، قدر، میلان اور نظریہ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کریں گے وہ اتنا ہی اہم، قابلِ ذکر، لائقِ توجہ اور وقیع ہوتا جائے گا۔

نعت کی تنقیدات کے بارے میں اگر گزشتہ چار پانچ دہائیوں کا گراف بنایا جائے تو اندازہ ہوگا کہ یہ صنف ایک باقاعدہ تنقیدی نظام میں اِسی زمانے میں شامل ہوئی ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کو ۱۹۵۵ء کے زمانے میں ناگپور یونیورسٹی سے 'اردو کی نعتیہ شاعری' کے جس مقالے پر پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی وہ پاکستان میں اِسی بہار نعت کے زمانے میں ۱۹۷۶ء میں شائع ہُوا اشفاق صاحب کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے قیامِ پاکستان سے قبل اردو نعت کے باب میں تحقیق وتنقید کا اوّلین، دقیع اوراہم کام پی ایچ ڈی کے مقالے کی صورت میں عظیم استاد غلام مصطفیٰ خاں کی نگرانی میں پیش کیا اس کے قریبا ۳۰ سال بعد ۱۹۷۵ء میں مَیں نے پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں استاد گرامی وحید قریشی کی نگرانی میں 'اردو نعت' کے عنوان سے پی ایچ ڈی کے مقالے کا خاکہ جمع کروایا جس کی منظوری (غالبًا مئی) ۱۹۷۶ میں ہوئی ۱۹۸۰ء میں اس مقالہ کی تکمیل ہوئی اور قریباً ایک سال بعد اس پر ڈگری تفویض کی گئی ____ ان دہائیوں میں نعت کے بارے میں ملنے والے تحقیقی و تنقیدی مواد کا اگر آج سے مقابلہ کریں تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ تخلیق، ترتیب، تنقید اور تحقیق ہر حوالے سے نعت گزشتہ صدی کی آخری ربع صدی ہی میں توجہ پذیر صنف قرار پائی۔

ان دہائیوں میں نعت کے گراف کا اگر ایک تحقیق مقالے کے طور پر جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ ان دہائیوں میں درج ذیل حوالوں سے نعت کے اثاثے میں روائیت پذیر اور تاریخ ساز اضافہ ہوا۔

۱)۔کئی بڑے معروف غزل کے شاعر نعت سے وابستہ ہوئے۔

۲)۔ان شاعروں کے جن کا اوّلین اور بڑا حوالہ غزل یا نظم کا تھا مگر جنہوں نے کمال کی نعتیہ شاعری بھی کی۔کئی شاعروں کے نعتیہ مجموعے شائع ہوئے۔

۳)۔کئی رسائل وجرائد کے نعت نمبر شائع ہوئے۔

۳)۔نعتیہ مجموعوں کی تعداد میں سال بہ سال اضافہ ہُوا۔

۴)۔ان مجموعوں کے دیباچوں، مقدموں، فلیپوں اور تبصروں کی صورت میں صنف نعت کے فکروفن کے حوالے سے کئی بلیغ اور اہم نکات اور مضامین سامنے آئے (مثلاً تاج کمپنی کے زیراہتمام چھپنے والے نعتیہ مجموعے 'بامِ عرش') کا دیباچہ مجید امجد نے لکھا اس دیباچے میں بعض ایسے پہلو زیرِ جائزہ آئے جیسے محسن کاکوری پر لکھے گئے حسن عسکری کے مضمون سے (جوستارہ یا بادبان میں چھپا نعت کی صنف کو ایک نئی تنقیدی جہت ملی)

۵)۔ادبی رسائل میں نہ صرف نعتوں بلکہ نعتیہ مضامین اور نعتیہ مجموعوں پر تبصروں کا آغاز ہُوا

۶)۔نعت کے انتخابات سامنے آئے اگرچہ نعتیہ گلدستوں اور منتخبات کی روایت بیسوی صدی کے دوسرے ربع میں بھی عام تھی مگر ''بہارِ نعت'' کے زمانے میں اہم ادبی شخصیات نے عمدہ گیٹ اپ میں ضخیم انتخابات مرتب کئے مثلاً ارمغانِ نعت (شمس بریلوی) خیرالبشر کے حضور (ممتاز حسین) اُردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتحپوری) بہارِ نعت (حفیظ تائب) مدح رسول (راجا رشید محمود) وغیرہ۔

۷)۔ اخبارات کی عمومی اشاعتوں خصوصاً جمعہ کے دن شائع ہونے والے مذہبی و ملّی ایڈیشنوں میں نعتیہ شاعری اشاعت افزوں رہی۔

۸)۔ریڈیو، ٹیلی ویژن کے نعتیہ مشاعروں کے علاوہ سیرت کے حوالے سے منعقد ہونے والے سیمناروں اور کانفرنسوں میں نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فروغ ملا

۹)۔بعض حکومتی اداروں کی طرف سے نعت کی کتابوں پر انعامات کے ذریعے اس صنف اور اس سے وابستہ تخلیق کاروں کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

۱۰)۔نعت سے متعلق بعض جداگانہ رسائل کا آغاز ہُوا اِن میں تخلیق نعت کے ساتھ نعتیہ مضامین بھی شائع ہونا شروع ہوئے۔

زمانوی اعتبار سے درج ذیل موضوعات پر جداگانہ تحقیقی وتنقیدی نعتیہ مطالعات کی ضرورت ہے۔

☆ اردوئے قدیم میں نعتیہ عناصر

☆ اٹھارویں صدی کی شاعری میں تذکارِ رسولؐ

☆ انیسوی صدی کی نعت کا جائزہ

☆ اردو نعت کے اوّلین نعتیہ دیوان رمجموعے

☆ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۲۵ء تک کے نعتیہ انتخابات کا جائزہ

☆ انیسویں صدی کی غیر دیوانیہ نعت

میری مراد وہ نعتیہ جو نعتِ مجموعوں یا نعتیہ دیوانوں کی صورت میں نہیں چھپیں بلکہ شاعروں کے الگ الگ دیوانوں، تذکروں یا غیر مطبوعہ ماخذات میں کہیں کہیں موجود ہیں یہ نعتیں ہزاروں کی تعداد میں ہیں اِن کی جمع آوری اور تدوین کے بعد ان کی اجتماعی قدر و قیمت کے تخمینے کی ضرورت ہے۔

☆ نامہ کی مناسبت سے لکھی جانے والی کتابیں (انیسویں صدی میں)

☆ ________ (تحقیقی وتنقیدی جائزہ) ________ (بیسوی صدی میں)

(مثلاً مولودنامہ، میلادنامہ، جنگ نامہ، سیرت نامہ، وفات نامہ، معجزات نامہ وغیرہ ان کی کثیر تعداد ہے ان میں تذکار رسولؐ کے ساتھ نعتوں کا بھی بڑا ذخیرہ موجود ہے)

☆ اردو نعت کی روایت (انیسوی صدی میں)

☆ اردو نعت کا منظر نامہ (بیسویں صدی میں)

☆ اردو کی نثری کتابوں کے آغاز میں حمد ونعت

(یہ منظوم صورت میں بھی ہے نثر میں بھی اور ملی جلی صورت میں)

صنفوں رہیئتوں کے لحاظ سے نعتیہ مطالعات

- o غزلیہ نعت نگاری
- o نعتیہ مسدّس
- o نعتیہ مخمس
- o پابند نظم میں نعت کی روایت: آغاز وارتقا
- o آزاد نظم میں نعت نگاری
- o معرّا نظم میں نعت نگاری
- o نعتیہ قصیدے
- o رباعی میں نعت
- o نعتیہ مثنویاں
- o نعتیہ قطعات (تحقیق وتنقیدی جائزہ)
- o اردو مریثوں میں نعتیہ عناصر
- o نعتیہ ترکیب بند
- o اردو نعتیہ ہائیکو
- o اردو غزل میں نعتیہ اشعار

مثلاً اردو غزل کے قدیم وجدید شاعروں نے اپنی غزلوں میں کہیں کہیں نعت کے شعر بھی کہے ہیں ان کی جمع آوری اور جائزہ منفرد تنقیدی جنہیں سامنے لائے گا مثلاً مرزا غالب اور منیز نیازی کی غزلوں کے یہ مقطع دیکھئے۔

؎ اُس کی امت سے ہوں مَیں، میرے رہیں کیوں کام بند
واسطے جس شہ کے غالب گنبدِ بے در کھلا

؎ فروغ اسم محمد ہو بستیوں میں منیر
قدیم یادنئے مسکنوں سے پیدا ہو۔

المختصر________________بقول شاعر

در بندِ ایں مباش کہ مضمون نمانده است
صد سال می تواں سخن از زلف یار گفت

(یہ فکر نہ کر میرے پاس مضمون ختم ہوگئے ہیں مَیں سوسال تک محبوب کی زلف پری شاعری کرسکتا ہوں)

یہاں ''زلفِ یار'' کی جگہ ''نعتِ پاک'' پڑھیں تو شعر کا مبالغہ حقیقت میں بدل سکتا ہے اوپر دی گئی فہرست تو سرسری انداز میں صرف زمانوی حوالے سے ہے اور مضمون لکھنے کے دوران میں ذہن میں آنے والے اِن موضوعات کے بارے میں ہے جن پر تنقیدی و تحقیقی کام ہوسکتا ہے اگر مزید غور وخوض کے بعد ایسے موضوعات کی فہرست تیار کی جائے تو وہ ہزاروں تک جاسکتی۔

مختلف نعتیہ دبستانوں کے حوالے سے/ممالک کے حوالے سے/نعت کی اقسام کے حوالے سے/مختلف نعت گوشاعروں کے حوالے سے/نعتیہ دیوانوں اور مجموعوں کے مطالعات/مختلف شہروں میں نعت گوئی کی روائت/فنی محاسن کے اعتبار سے مثلاً اردونعت میں محاکات/تشبیہ، استعارہ، تلمیحات اور علامات وغیرہ/مختلف شعری اصناف میں نعتیہ عناصر/سیرتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے موضوعات مثلاً اردونعت میں واقعہ معراج/اردونعت میں تذکارمدینہ/اردونعت میں سلام ودرود/اردونعت میں استغاثہ/اُردونعت میں سیرتی واقعات/اردونعت میں غزوات کا بیان/اردونعت میں ذکرِ اہلِ بیت/اردونعت میں تذکارصحابہ وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح کئی اور حوالوں سے نعتیہ موضوعات تحقیق کی تعدا ہزاروں تک جا پہنچی ہے اردو غزل جن جن مطالعات سے گزری اسی طرح نعت بھی فکری وفنی اِن تمام حوالوں سے زیرِ مطالعہ لائی جاسکتی ہے۔

''برسبیلِ نعت'' کا یہ فارمیٹ اس تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ان شاء اللہ نعت تحقیق نما، یا نعتیہ موضوعات کے نام سے کسی وقت ایک الگ کتابچہ مرتب کروں گا ____ سردست صرف یہ نشاندہی کی ہے کہ ؎ ہزار بارہ ناخوردہ دررگِ تاک است (یا دررگ نعت است) ____ نئے محققوں اور ریسرچ سکالر کو چاہیے کہ وہ سوچ بچار اور غور وخوض سے نعت میں تحقیق وتنقید کے نئے نئے راستے دریافت کریں ____ ایک بات کا خیال رہے کہ یہ مطالعات ''فن'' کے حوالے سے ہونے چاہیں فن کے مفہوم میں جوہر اور "Skill" ریاضت، مہارت ہنروری کے عناصر نظر انداز نہ ہوں تکرار سے بچیں جدّت طرازی پر توجہ دیں صنفِ نعت کی صحیح خدمت یہی ہے کہ اسے 'موضوع محض' کی بجائے 'معجزہ فن' بنایا جائے تخلیق میں تنقید میں اور تحقیق میں ____ ہر پہلو سے اس صنف کی امکانی ندرت، انفرادی اہمیت اور مجتہدانہ شان تلاش کی جائے نعت دوستی اور عشق رسول ؐ کے شہرت طلب نعروں کی بجائے خود کو کارِنعت کا حصہ بنایا جائے۔

؎ لہو کا آخری قطرہ بھی صرفِ فن کر دے
بنا وہ نقشِ 'ثنا' جو بگڑ سکے نہ کبھی

......O......

۵

فقہی مسائل اور مسلکی گروہ بندیاں

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھیلاؤ کے ساتھ ایک مسئلہ جو الیکٹرانک میڈیا کے دَور میں زیادہ نمایاں ہو رہا ہے وہ مختلف مذہبی مکاتیبِ فکر، مسلکی گروہ بندی اور سلاسل سے وابستہ عقیدت کا ایسا اظہار ہے جو نعت اور صاحبِ نعت کی سیرت و کردار اور تعلیمات کے منافی ہے۔ نعت کی صنف کو حضورؐ کی محبت سے خاص ہونا چاہئے۔ نعت کی بنیاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار ہے اِس اظہار میں ایسے تصورات و افکار کو آمیز نہیں کرنا چاہئے جس میں کسی دوسرے مکتب فکر سے وابستہ افراد کے لئے نفرت، طنز، تضحیک یا تشنیع کا کوئی اشارہ یا سامان ہو۔

''معاشرے میں پھیلے تعصّب، نفرت اور عدم برداشت کے کانٹے چُن کر محبت، تحمل اور رواداری کے پھول اگانے کی کوشش'' کے درس کی تلقین اخبارات اور ٹی وی کی سکرین پر کبھی کبھار نظر آتی ہے علمائے کرام بھی اپنے خطبوں اور تقریروں میں اُس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے رہتے ہیں لیکن اِس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ سال بہ سال اور عشرہ بہ عشرہ مسلکی تعصب اور عدمِ برداشت کا روّیہ بڑھتا ہی جا رہا ہے علمائے کرام جن پر معاشرے کو متوازن رکھنے کی زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے اکثر وہی ان روّیوں کے پھیلاؤ کا باعث ہیں اِن حالات اور مذہبی گروہ بندیوں کے اس ماحول میں نعت نگاروں اور نعت خوانوں کو بہت محتاط ہونے کی ضرورت ہے نعت کو مختلف فقہی اور مسلکی گروہوں میں اتحاد اور یگانگت کا ذریعہ بننا چاہیئے نہ کہ فروعی اختلافات کو بڑھاوا دینے کا۔ ان دنوں نعتیہ مجالس اور بعض نعتیہ شاعروں میں کچھ لوگ اہتمام سے ایسے شعر پڑھ رہے ہیں جو واضح طور پر اور بعض بین السّطور اپنے خاص مسلک کی اشاعت اور دوسروں کی دل آزاری کا سبب بن رہے ہیں۔ ایسے نعتیہ اشعار جو ''نعت برائے اشاعت مسلک ذاتی و دل آزاری مسالک

دیگراں'' کے ذیل میں آتے ہیں دینی مسلّمات سے متجاوز ہیں اور مشرکانہ عقائد کی ترجمانی کرتے ہیں یہ نہ صرف نعت کے پاکیزہ اور محبت اساس ماحول کو غبار آلودہ کرتے ہیں بلکہ اخلاقیات کے عام اصولوں کے منافی بھی ہیں۔

اسلام میں کئی مذہبی اور مسلکی گروہ، طبقے اور جماعتیں ہیں ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مالکی، حنفی، حنبلی، شافعی وغیرہ کئی جماعتیں فقہی تعبیرات کے نتیجے میں سامنے آئیں سنّی اور شیعہ جماعتوں کی تفریق کی ابتدا اصحابہؓ کے دَور ہی میں سامنے آ گئی تھی مختلف اسلامی ملکوں میں بزرگان دین اور صوفیاء کے سلاسل بھی وقت کے ساتھ ساتھ سامنے آئے۔ جے سی ٹرمنگھم (1904-1987) J.Spencer Trimimgham نے The Sufi Orders in Islam (مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۷۱ء) میں بیسوؤں ایسے سلاسل کا ذکر کیا ہے جو برّصغیر پاک و ہند میں نایاب یا کم کم سننے میں آتے ہیں لیکن دوسرے اسلامی مما لک مصر، مراکش، اردن، لیبیا وغیرہ میں بڑے معروف ہیں۔ مثلاً مولویہ، شاذلیہ وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے ہاں قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، صابریہ، قلندریہ وغیرہ صوفیائے کرام کے مسلکوں، جماعتوں یا گروہوں کا ایک طویل پس منظر ہے یہ ایک دم وجود میں نہیں آئے ان کا ایک تاریخی سیاق وسباق ہے بعض سلاسل کے ساتھ مقامی مذہبی شخصیات کے علاقوں اور ناموں کی نسبتیں بھی شامل ہوتی گئیں یوں ایک سلسلے سے کئی ضمنی سلسلے بنتے گئے قادری، قادری چشتی، قادری چشتی نظامی وغیرہ آج بعض سلسلوں میں پانچ پانچ چھ چھ نسبتیں ضم ہو کر ایک نئی شکل اختیار کر چکے ہیں اگر صوفیائے کرام کے سلاسل کا تاریخی تناظر میں تجزیہ کیا جائے تو یہ ایک فطری تقسیم در تقسیم یا اضافہ دَر اضافہ کا سلسلہ وار عمل تھا جس میں زمینی نسبتیں اور شناختیں بھی جداگانہ رنگ روپ اختیار کرتی گئیں مثلاً بغدادی، اجمیری، وغیرہ۔

ان تمام جماعتوں گروپوں اور سلسلوں کی بنیاد بلاشبہ توحید و رسالت پر ہے اسلام

کے بنیادی عقائد، ارکان پر سب کا ایمان ہے۔ الحمد للہ سب امت مسلمہ میں ہے فقہی اور
مسلکی نسبت صرف شناخت'' لتعارفوا! ''(قرآن مجید) ہی کے لئے ہونی چاہیئے اپنے
مسلک اور فرقے کو اہم سمجھنے اور دوسرے کی توہین واستہزا کے لئے نہیں۔ فقہی اور مسلکی
شناختیں اسلام کی جگہ نہیں لے سکتیں اور ______ ؎ گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی
______ کے مطابق اگر کوئی اپنی مسلکی شناخت کو دین پر مقدّم سمجھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو
دین کے دائرے ہی سے نکال لیتا ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے یہ فقہی اور مسلکی گروپ،
ایک دن میں نہیں بن گئے ان کے عقب میں صدیوں کی 'ریاضت' اور تگ ودُو کارفرما ہے ان
مسلکوں کی بنیاد کو نیک نیتی پر محمول کرنا چاہیئے معاشرے میں بعض بزرگان دین اور مذہبی
مدرسوں سے وابستہ علمی شخصیات نے اپنے اپنے طور پر جو صالح کوشش کی ان کے نتیجے میں
یہ مدرسے اور سلسلے سامنے آئے۔

اِن مذہبی گروہوں، جماعتوں، مسلکوں اور صوفیائے کرام کے سلسلوں کا آغاز
مختلف فقہی تعبیروں، مسائل کی تفہیم، مزاج اور طریق کار کے فروعی اختلافات سے ہُوا
اسلام کے دائرے کے اندر جتنے طائفے اور جماعتیں ہیں بظاہر ان کی بنیاد نیک نیتی پر اٹھائی
گئی جب تک اکابرینِ دین کی فہم اور تعبیر کے اختلاف ایک قرینے اور شائستگی کے اندر
تھے۔ وہ اپنے پیروکاروں کو خدا خوفی، ایثار اور باہمی اتحاد کی تعلیم دیتے تھے ماضی میں (اور
شائد آج بھی) کچھ ایسے علمائے کرام نظر آجاتے تھے جو مختلف مدارس کے تعلیم یافتہ تھے
فقہ، قرآن، حدیث، تجوید اور دوسرے مذہبی علوم کے لئے جنہوں نے مختلف مدارس اور
اساتذہ سے تحصیل علم کے مراحل طے کئے تھے کئی ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ اکابرین نے
اپنے شاگرد کو خود دوسرے مدرسے سلسلے میں جانے کی تلقین کی اِسی طرح صوفیائے کرام کے
سلسلوں میں کوئی آپسی اختلاف نہیں تھا۔ صاحبِ سلسلہ سالک کے مزاج کو دیکھ کر بعض

اوقات اسے خود دوسرے سلسلے سے وابستہ ہونے کی ترغیب دیتا یوں دینی علوم اور صوفیانہ شغف کے لوگ کئی کئی سلسلوں سے وابستگی رکھتے اور مختلف مرشدوں سے بیعت ہوتے انہیں دوسرے مسالک کے احترام کی تلقین کی جاتی مگر اب گزشتہ قریباً نصف صدی سے مذہبی منافرت دشمنی اور فقہی اختلاف کی فضا جنگ و جدل تک پہنچ گئی ہے۔صلح جوُ اکابرین کے بعد مسندِ ارشاد جن کے تصرف میں آئی ہے وہ اپنے مدارس، مساجد اور حلقوں میں دوسرے مذہب، جماعت اور ملک کے نام سنتے کے رَوادار نہیں امّتِ مسلمہ جماعت در جماعت اور فرقہ درفرقہ بیسوؤں حصوں میں بٹ چکی ہے۔مختلف فقہی سلسلوں سے وابستہ افراد ایک دوسرے کی مساجد و مدارس میں جانا تو کیا ایک دوسرے سے ہاتھ ملانے اور سلام کرنے کو بھی پسند نہیں کرتے۔نعت نگار اور نعت کار (نعت پر تحقیق وتنقید کا کام کرنے والے،نعت کے مرتبین وغیرہ) بھی اِس فضا کا شکار ہورہے ہیں وہ اپنے فرقے اور مسلک کے علاوہ دوسروں کو نظر انداز کرنے کا فریضہ عبادت سمجھ کر سرانجام دیتے ہیں مختلف سیمینار، کانفرنسوں اور مشاعروں میں شرکاء کی فہرست تیار کرتے ہوئے اِس بات کا خاص خیال کیا جاتا ہے کہ اُن کے ہم خیالوں کے علاوہ دوسرا کوئی فرد اِن میں شامل نہ ہو پائے۔ مذہبی شخصیات کی طرح نعت نگاروں کو بھی بدعتی، وہابی،رافضی،ناصبی،شعیہ، دیوبندی، بریلوی، گستاخ اور منافق جانے ِکن ِکن ناموں سے یاد کرکے اک دوسرے کی ٹانگیں کھینچی جارہی ہیں اپنے رسائل اور انتخاباتِ نعت میں وہ غیر مسلم نعت نگاروں کو شامل کر لیتے ہیں لیکن دوسرے مسلک کے وابستگان کو نظر انداز کرتے ہیں۔اگر کسی مضمون میں ان کا ذکر کرنا پڑ جائے تو وہ سرسری انداز میں کرتے ہیں اور اُن کی تحریروں کو ہدف تنقید بناتے ہیں۔

نعت میں نسبتی حوالوں ،محبتوں اور عقیدتوں کے اظہار میں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے نعت لکھتے ہوئے نعت نگار کا مرکزی ومحوری موضوع نعت ہی ہونا چاہیئے دوسری

نسبتی عقیدتوں کا اظہار ضمنی مقام ومرتبہ اور ذیلی شان و رفعت کے طور پر آنا چاہئے نہ کہ نعت کی مرکزی شخصیت آنحضرتؐ کی تخفیف کرتے ہوئے اور اُن کے تذکار کو پس منظر میں رکھ کر ____ دوسرے نسبتی کرداروں سے محبت اور عقیدت کے تاثر کو ابھارتے ہوئے نعت نگار کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اس صنف کی مرکزی شخصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ ہے دوسرا جو کوئی کردار جس نسبت وتعلق کا حامل ہے نعت میں اُس کا ذکر اسی مناسبت وحیثیت میں کیا جائے۔نعت کے احترام واحتیاط کے ضمن میں عرفی کا یہ بار ہا دہرایا ہُوا یہ شعر صنفِ نعت کی اسی نزاکت اور مطلوب احتیاط کی عکّاسی کرتا ہے۔

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحر است
آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را

نعت کا ایک بڑا موضوع آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسلک شخصیات سے محبت اور اُن کے تذکار سے متعلق ہے جن میں آپؐ کے والدین کریمینؓ ___ ازواج مطہراتؓ ___ اہلِ بیت اطہار_ صحابہ کرامؓ آپ کے دَورِ مسعود کے بعد آنے والے بزرگانِ دین 'اولیائے عَظام'___ ایسی تمام برگزیدہ شخصیات شامل ہیں۔جنہوں نے آپؐ کے لائے ہوئے دین، پیغام اور سیرت و کردار کی تعلیم وتبلیغ کی کوشش میں اپنی زندگیاں بسر کر دیں اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی تمام تر صلاحتیں اور زندگیاں کھپا دیں۔قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اِس کے لئے شہید ہوئیں۔آپؐ کی نسبت سے ایسی ہستیوں کا تذکار اور اُن کے فضائل بھی ہمیشہ سے نعت کے موضوعات کا حصہ ہیں یہ ہستیاں پوری ملّت کے لئے سرمایہ افتخار ہیں اور اُن کی محنتیں اور قربانیاں ہر دَور کی طرح آج بھی لائقِ تحسین ہیں ان میں فضیلت کے اعتبار سے اہلِ بیت اطہار اور ازواج واصحابِ رسول کا تذکار نعت کا نمایاں موضوع ہے آج تحقیقی وتنقیدی کام کرنے والے 'نعت میں ذکرِ اہل بیت'، 'نعت میں ازواج

مطہرات کا تذکار'___ 'نعت میں صحابہ کرام کا ذکر' یا 'نعت میں نسبت کی کارفرمائیاں' کے عنوانات سے جداگانہ مقالے لکھ رہے ہیں اِن موضوعات پر نعتیہ اشعار کی علاحدہ علاحدہ جمع آوری بھی نعتیہ مطالعات میں اہم نتائج پیدا کر رہی ہے اور اس بارے میں سال بہ سال نئے انتخاباتِ نعت و مناقب سامنے آ رہے ہیں۔

'برسبیلِ نعت' کے حوالے سے موجودہ بیانیے کا مقصد آج کی نعت کے ایک موضوعاتی پہلو کی طرف توجہ دلانا ہے اور وہ ہے نعت میں نسبتی حوالوں کے بارے میں غیر محتاط روّیے کا اظہار___ یہ نسبتی حوالے عربی، فارسی، اردو اور اسلامی معاشروں میں بولی جانے والی کم و بیش ساری زمانوں کی نعتیہ شاعری میں ہمیشہ سے موجود رہے ہیں ضمنی و ذیلی موضوع کے طور پر اِن کا اظہار ہوتا رہا ہے اِن نسبتی حوالوں سے اظہارِ عقیدت کے لئے منقبت کی الگ صنف موجود ہے جو عقیدت نگاری کا ایک بڑا حصہ ہے (واضح رہے کہ ہماری زبانوں میں حمد اللہ تعالےٰ کی تعریف اور تذکار، نعت، رسول اکرم کی مدح، سیرت اور پیغام و فیضان کے اظہار اور منقبت کی صنف انبیائے کرام، اصحابِ رسولؐ، اولیائے کرام کی ستائش اور عظمت کے ذکر کے لئے موجود ہے)۔عقیدت نگاری کی تمام مبارک مساعی کو ان تین صنفوں (حمد، نعت، منقبت) کا نام دے دیا گیا اور اِن کے فکری و موضوعاتی دائرے قریب قریب متعین ہو چکے ہیں۔مسئلہ وہاں پیدا ہوتا ہے جب کوئی ان دائروں کے تعیّنات کو 'شعوری طور' پر بدلنے یا اِن سے متجاوز ہونے کی کوشش کرتا ہے یعنی نعت کو حمد بنا دیتا ہے یا منقبت کو نعت بلکہ حمد بنا دیتا ہے مَیں نے شعوری طور پر اس لئے لکھا ہے سہواً یا غیر شعوری طور پر کبھی کبھار بڑے معروف شاعروں کے ہاں بھی یہ دائرے آپس میں مل جاتے ہیں نعت گوئی کرتے ہوئے نعت نگار کو اِس صنف کے شرعی تقاضوں کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے اگر کہیں سہواً کوئی ایسی بات ہوگئی ہے تو اُسے بدلنے کی کوشش کرنی چاہیئے کسی خاص طبقے یا مکتبِ فکر

سے داد لینے کی بجائے ایسے شعر کو ترک کر دینا چاہئیے اور اُس پر توبہ و معذرت کرنی چاہیئے۔

حمد نعت اور منقبت کی صنفی حیثیتوں کا تعین بڑا واضح ہے اللہ تعالےٰ ہر ظہور کا خالق حقیقی ہے تمام موجودات میں سے حضور ختمی مرتبیت کی شان، رتبہ، حیثیت سب سے بڑی ہے ــــــ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ــــــ والی بات کیونکہ خالق نے اپنی رحمتوں اور عطا کا سب سے بڑا حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور ''و رفعنا لك ذكرك'' کے مصداق آپ کے ذکر کو بلند کیا اور ہمیشہ کے لئے آپؐ کی عظمت کے ذکر کو روز افزوں کیا (سبحان اللہ روز افزوں کے الفاظ شاید زندگی میں پہلی بار صحیح اور مناسب جگہ پر استعمال ہو رہے ہیں)۔ آپؐ کے مرتبے اور رفعتِ شان کے بعد آپ کی نسبت سے فیض یاب ہونے والی وہ تمام شخصیات ہیں جنھوں نے آپ سے جس قدر محبت کی اور جس قدر ــــــ اخلاصِ نیّت سے آپ کے احکامات پر عمل کیا۔

جس طرح نماز میں کوئی مقتدی امام سے آگے نہیں جا سکتا اسی طرح کوئی امّتی اپنے پیغمبر سے بڑے درجے پر فائز نہیں ہوسکتا اگر کوئی امّتی کسی درجے میں بزرگ اور عظیم ہے تو وہ پیغمبرؐ کی وجہ سے ہے پیغمبر کی شان اور عظمت اُس کی وجہ سے نہیں ہے ــــــ اگر کوئی ایسا سمجھ رہا ہے تو وہ غلط سمجھ رہا ہے اور نبوت کے صحیح مقام و منصب سے آگاہ نہیں۔

حضورؐ کے کسی اہلِ بیت، صحابیؓ اور امّتی کو نعوذ باللہ حضور سے بڑے درجے اور مقام پر فائز نہیں کیا جا سکتا ڈانتے (Dante) نے اپنی معروف عظیم 'ڈیوائن کامیڈی' میں ایسا کیا ہے جو منصبِ نبوّت سے اُس کی لاعلمی (یا اسلام دشمنی کے) سبب ہے ہمارے بعض نعت نگاروں کے ہاں کہیں کہیں ایک دو شعر مل جاتے ہیں جس میں کبھی واضح طور پر اور کبھی اشارے میں کوئی ایسی بات مل جاتی ہے جو منصبِ نبوّت سے لاعلمی یا مذہبی تعصب کو ہَوا دینے کے مترادف ہے اِسی طرح منقبت میں کہیں کہیں ایسا شعر مل جاتا ہے جو اسلامی

عقیدے اور تعلیمات کے بالکل منافی ہوتا ہے۔ یہاں مثال کے طور پر بہت سے شعر پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن میں مناسب نہیں سمجھتا یہ عقیدت نگاری کی صالح روائت میں غیر مذہبی خیالات اور شرکاء عقائد کی دل آزاری پر مشتمل تشہیر و اشاعت کے مترادف ہو گا نعت میں مسلکی گروہ بندیوں اور مکتبی اختلافات کا ایسا اظہار حد درجہ غیر مناسب ہے۔ حمد و نعت و منقبت میں ایسے شعر کا شمول مناسب نہیں جن سے واضح طور پر یا اشارتاً یہ تاثر دیا جائے کہ نعوذ باللہ ـــــ کوئی پیغمبر ذات اور صفات میں خدا کا شریک ہے۔

یا ـــ جس کی وجہ سے اللہ کی بزرگی اور عظمت ہے۔

یا ـــ رسول پاک اپنے کسی اہل بیت یا امتی کے سبب معروف اور عظیم ہیں۔

یا ـــ رسولؐ پاک کی عظمت کا سبب ان کے کسی اہلِ بیت یا صحابی کی کوئی قربانی ہے۔

یا ـــ کسی مذہبی رہنما، پیر یا نسل کی کوئی نسبت دین یا پیغمبر دینؐ کی عظمت کا سبب ہے۔

یا ـــ کوئی مسلک، کوئی گروہ، کوئی سلسلہ یا فقہی مذہب وطریق ـــ دینِ اسلام سے اہم اور افضل ہے۔

عقیدت کو عقیدے سے آمیز کرتے ہوئے اور اپنے تخلیقی وفُور کو سپردِ قلم کرتے ہوئے ایسے تمام خیالات اور افکار سے اجتناب از حد ضروری ہے بعض اوقات کسی قافیے یا ردیف کی وجہ سے نعت نگار احتیاط کے دائرے سے تھوڑا سا نکل جاتا ہے جو مناسب نہیں نعت کے مسوّدے کو 'مبیّضہ' کی صورت دیتے ہوئے ارتجالاً قلم بند ہونے والے خیالات و افکار کو ایک نظر شرعی اور فقہی نظر سے بھی دیکھ لینا چاہئیے۔ اِن دنوں اہتمام سے ایسے خیالات نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ بنایا جا رہا ہے جس میں اہل بیتؓ کی فوقیت کا ایسا اظہار کیا جاتا ہے جن سے دوسرے اکابر صحابہؓ، ازواج مطہراتؓ، دوسرے پیغمبروں اور کہیں کہیں خود حضور اکرمؐ کے منصب اور ذات اور مقام و مرتبہ کی تخفیف ظاہر ہوتی ہے۔

علمائے کرام کی بلاشبہ بہت خدمات ہیں انہوں نے لاکھوں لوگوں کے ذہنوں کی آبیاری کی اورانہیں دین کے راستے پر گامزن کیااسی طرح فقہی مسالک اوراُن سے وابستگان کی بھی اپنی خدمات ہیں صوفیائے کرام اور اولیائے عِظّام کے ادارے، خانقاہیں اور زوایہ جات کی بھی اسلامی معاشرے میں قابل ذکر خدمات ہیں اِن سب کا احترام سے ذکر ہونا چاہیئے معروف عوامی فقرہ ''اپنا مسلک چھوڑیں نہ دوسرے کا چھیڑیں نہ'' کے باہمی سمجھوتے کو پیش نظر رکھنا چاہیئے اس طرح بریلوی، دیو بندی، اہل حدیث، شعیہ حضرات کے آپس میں فقہی اختلافات کواُن تک رہنے دیں نعت میں ان کا اشارتاً اظہار نہ کریں علماء کرام اپنے کتب ورسائل اور حلقوں میں علمی اور فقہی مسائل پر کھلے دل سے بات چیت کے ذریعے اختلافی مسائل کوسمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کریں مگر نعت نگاران مسائل کونعتیہ موضوعات میں غالب حیثیت نہ دیں جیسے کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے یہ مسالک ایک دم نہیں بن گئے اِن فقہی اختلافات کے پیچھے صدیوں پر پھیلی ہوئی تاریخ ہے، سینکڑوں علمائے دین اور ہزاروں کتابوں پر مشتمل تحریروں، مکالموں، دلیلوں، مباحثوں اور مناظروں کی کارفرمائی کا ایک سلسلہ چلا آ رہا ہے جس ہم نعت نگار نعت کے ذریعے حل نہیں کر سکتے ہاں ہم نعت کے ذریعے اِن سلاسل اور فقہی مکاتب سے وابستہ متشدد ذہنوں کو کچھ قریب ضرور لا سکتے ہیں بقول شاعر

ے ہم اہل نعتِ فروعات میں الجھتے نہیں
ہمیں تو اُنؐ کی محبت کو عام کرنا ہے

نعت نگاروں سے درخواست ہے کہ وہ نعتیہ اظہار میں محبتوں کو آمیز کریں سہواً یا اہتماماً ایسی فضا نہ قائم کریں جس سے کسی دوسرے مسلک کی دل آزاری ہو نعت کے مضامین وموضوعات میں محبت کے اظہار کے پہلو زیادہ ہیں اس کے موضوعاتی دائرہ میں مخاصمت، ذاتی یا فقہی وابستگی، طنز اور دل آزادر کے مضامین لانا نعت کے معنوی ماحول کو غبار

آلودکرنے کی کوشش ہے۔بعض شاعرنعتِ رسولِ اکرم کےعنوان سے لکھے اور پڑھے گئے کلام میں ایسے اشعار اہتماماً درج کرنا باعثِ فخر اور قابلِ ثواب سمجھتے ہیں جن سے ان کے مسلک کی اشاعت اور دوسرے مسالک کے جذبات مجروح ہوں۔کسی بھی مسلک سے وابستہ نعت نگار کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی نعتوں میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ کسی بھی چیز، رشتہ یا نسبت کا ذکر تخفیف سے کرے اہلِ بیت، امّہات المومنین اور صحابہ کرام کے بارے میں اشارتاً بھی کوئی ایسا جملہ' مصرع یا لفظ استعمال کرے جس سے ان کی ذات،شان اور رتبہ میں کسی کمی یا استخفاف کا کوئی ہلکا سا اشارہ بھی ہو۔

'برسبیلِ نعت' کے قارئین جانتے ہیں کہ یہ سلسلہ معروضات،خود کلامی کے انداز پر مشتمل ہے اس میں مختلف مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے مجھے جو شعر آتا ہے مَیں اُس کا بلا تامّل ذکر کر دیتا ہوں۔''نعت برائے اشاعتِ مسلکِ ذاتی و دل آزاریِ مسالکِ دیگراں'' کے حوالے سے میری یادداشت میں متعدد ایسے شعر ہیں مگر مَیں بوجوہ یہاں کوئی ایسا شعر درج نہیں کر رہا(جو کچھ نعت نگاران دنوں میڈیا پر صریحاً اپنے خاص مسلک کی اشاعت اور دوسروں کی دل آزاری کے لیے لکھ رہے ہیں)۔

برسبیلِ نعت کے حوالے سے یہ بیانیہ ایک لمحۂ فکریہ کی نشاندہی کرتا ہے۔اس رویہ اور رجحان پر خصوصی مقالوں اور سمینارز کی ضرورت ہے۔

حدیثِ مبارکہ ہے کہ جو نمازیں دکھاوے کی ہوتی ہیں انہیں بوسیدہ اور غلیظ کپڑے میں لپیٹ کر پڑھنے والے کے مونہہ پر مار دیا جاتا ہے۔ہمیں سوچنا چاہئے کہ وہ نعتیہ شعر جو بدنیتی سے محض دوسروں کی دل آزاری کے لئے لکھے جاتے ہیں اور جن کی پیشکش میں ریاکاری،شرانگیزی اور،منافقت کے جذبے کا اظہار مطلوب ہوتا ہے ان نعتیہ اشعار کی حیثیت کیا ہوگی اور اُن کی قبولیت کی کیا توقع کی جاسکتی ہے؟

......O......

٦

ردیف وقافیہ

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں ردیف اور قافیے کی بہت اہمیت ہے ہمارے اکثر نعت نگاروں کی توجہ اِس حقیقت کی طرف نہیں جاتی کہ نعت میں تازہ کاری، جدّت اور ندرت کا بڑا تعلق شعر کی زمین خصوصاً ردیف کی تازہ کاری سے ہے ردیف نعت کے مرکزی خیال کو ایک خاص سمت عطا کرتی ہے بات کرنے کا ایک اسلوب اور نہج فراہم کرتی ہے فکر کے دھارے کو ایک خاص شکل وصورت میں منضبط اور مرتب کرتی ہے دو لفظی، سہ لفظی، چہار لفظی، پنج لفظی ردیف میں فکر وخیال کی معنویت جتنی واضح ہوگی نعت کے اشعار کا فکری ماحول اتنا ہی واضح، مربوط اور تسلسل کا حامل ہوگا آج کی نعت کا بڑا حصہ چونکہ غزل کی ہئیت میں تخلیق ہو رہا ہے اس لئے ردیف اور قافیے کی گفتگو بھی غزل کے حوالے ہی سے ہو رہی ہے۔غزل کی وہ تمام بحثیں جو ردیف کے حوالے سے ہیں نعت سے متعلق بھی ہے نعت میں ردیف زیادہ احترام، آداب اور ذمہ داری کی متقاضی ہے کہ اِس کا موضوع اپنے اظہار کے کسی مرحلے اور زاویے سے بے احتیاطی کے ارتکاب کا سزاوار نہیں۔خیال کی سامان پذیری، ترتیب اور آراستگی یا نظم وضبط کا بڑا ادارو مدار ردیف پر ہے۔لہٰذا نعت نگاری میں اسے سرسری نہیں لینا چاہیے۔

ردیف کا لفظ ردف سے مشتق ہے ردف کے معنی سرین، پیٹھ، اور پشت کے ہیں۔ردیف کے معنی پس نشیں کے ہوتے ہیں۔ردیف کا ایک مطلب ہم سوار کا ہے یعنی گھوڑے، اونٹ یا کسی سواری پر پیچھے بیٹھنے والا ـــــ رُدافی پیچھے بیٹھنے والے کو کہتے ہیں ہر وہ چیز جو کسی دوسرے کی آغوش، کنار، عقب یا پہلو میں واقع ہو یا کسی کے زیردست ہو یا کسی صف، قطار کے عقب میں ہو وہ بھی ردیف کے مفہوم میں آجاتی ہے ایسے ہم سوار اور ہم قطار کو ہم ردیف بھی کہہ دیتے ہیں۔خاقانی کا یہ شعر دیکھئے:

ندانم مرکبی کایام در وی
ردیفِ ہر سگ آہوئ ندارد
(سگ کی ردیف آہو نہیں ہوتا)

ردیف کاری، ردیف کرنا یا ہم قطار کرنے کے مفہوم میں آتا ہے کسی چیز کو دوسرے کے عقب میں بٹھانا، جمانا، مرتب کرنا اس کے لئے پس نشیں کا لفظ بھی مستعمل ہے یعنی پیچھے بیٹھنے والا۔ عربوں کے ہاں اونٹ پر دو اشخاص بیٹھتے یا بٹھاتے وقت ان کے جسمانی تناسب کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے اور ایک قد وقامت اور جسامت یا موزونیت کے اعتبار سے سوار کے ساتھ پس نشیں کا انتخاب کیا جاتا ہے تاکہ اونٹ کی حرکات وسکنات سے لمبے سفر میں دونوں سواروں میں باہمی موزونیت اور توازن قائم رہے سفر دونوں میں سے کسی بھی سوار کے لیے ایسی تکلیف کا باعث نہ بنے جو تکلیف کسی بے ڈھب، بے آہنگ، نا برابر یا غیر متوازن ہم ردیف سے ہوسکتی ہے۔ (پس سوار کو سپس سوار اور سپس رَو بھی کہتے ہیں اسی رعائت سے یہ لفظ تابع، پیرو اور مقلّد کے مفہوم میں بھی آتا ہے)

اردو نعت کی تاریخ کی قریباً ڈیڑھ سو سالہ معروف، معلوم اور دستاویزی (Documented) روایت کی روشنی میں 'اردو نعت کی ردیفیں' (تحقیقی وتنقیدی مطالعہ) کے موضوع پر ایک عمدہ اور بھرپور سندی مقالہ لکھا جاسکتا ہے جس میں موقع ومحل کے اعتبار سے ردیفوں کی بوقلمونی اور تنوع کو زیرِ جائزہ لاکر اہم اور نکتہ زا نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں موقعہ ومحل سے بعض ردیف کا ایک دو لفظوں کے فرق سے اعادہ ہوتا رہتا ہے۔ موقع ومحل سے میری مراد بعض ایام، مواقع اور مجلسی تقاضے ہیں مثلاً میلادِ مبارک کے حوالے سے لکھی گئی اور لکھی جارہی سینکڑوں ردیفیں اس انداز کی

ہوتی ہیں۔

O.........پیدا ہوئے (.....مصطفٰے، یا رحمت للعالمین کے قوافی کے ساتھ)

O.........اسی طرح معراج کی مناسبت سے لکھی گئی نعتوں میں آج کی رات (معراج، آج یا کسی اور قافیے کے ساتھ) اسی طرح دُرودی نعتوں میں سلام، درود کے الفاظ

O.....صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف اتنی پسندیدہ ہے کہ کم و بیش ہر نعت نگار نے اس پر نعت لکھی ہے۔ ﷺ تین عشرے قبل راز کاشمیری نے صل اللہ علیہ وسلم کی ردیف پر بہت سی نعتوں کی جمع آوری کی اور اسے ایک کتاب میں مرتب کر کے شائع کیا ﷺ

Oایک ایسی ہی ایک معروف ردیف.....رسول کی، ہے (سیرت، رحمت، بعثت کے قافیے کے ساتھ)

Oاسی طرح حضور کی.....احمدؐ کی.....محمدؐ کی.....یا کسی قافیے کے ساتھ سینکڑوں نعتوں کی ایسی سیرتی یا نسبتی ردیفیں ہیں۔

Oمدینے کی، مدینے سے، مدینے کو، مدینے میں کی ردیفوں کو بھی بیسوں قوافی کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ اس فہرست میں سینکڑوں اور ردیفوں مدینہ ___ مدینے میں ___ مدینے کو ___ طیبہ میں ___ طیبہ کو ___ تاجدار مدینہ کا استعمال ہماری نعتوں میں عام ملتا ہے۔ ان ردیفوں پر مشتمل نعتیں ہزاروں کی تعداد میں ملتی ہیں۔

موقع و محل کی خارجی ضرورت کے علاوہ نعت کی دوسری ردیفیں وہ ہیں جو شاعر کے ذاتی تجربات، مشاہدات، محسوسات اور جذبات سے پھوٹتی ہیں پہلی قسم کے مقابلے میں ہم دوسرے انداز کی ردیفوں کو تخلیقی اور شعری (Creative and Poetic) ردیفیں کہہ سکتے ہیں ایسی ردیفیں ہر شاعر کی مختلف اور طبع زاد ہوتی ہیں تخلیقی شاعر عام طور پر دوسرے شاعروں کی ردیفوں میں (سوائے طرحی مشاعروں کے) شعر کہنے سے اعراض کرتے ہیں۔ الّا ماشاء

اللہ کبھی کبھار بعض نعت نگاروں کی ردیفیں مل بھی جاتی ہیں جو توارُد کے ذیل میں آتی ہیں تا ہم عام اور سامنے کی ردیفوں کے مقابلے میں تخلیقی شاعر اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے نعتیہ احساسات کے اظہار کے لئے اپنی نعتوں کی زمینیں بھی خود تراشیں اگر انہیں کسی دوسرے شاعر کی کوئی زمیں پسند آ بھی جائے تو اس میں قافیے یا ردیف کی کسی ایک لفظ کی تبدیلی سے وہ اس کے معنوی اور فکری ماحول کو تبدیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ کوشش شعر و شاعری کی روایت کی مثبت قدر ہے اور ہر دَور کے عام شاعروں سے اساتذہ تک نے اس روایت سے کامیاب استفادہ کیا ہے۔

برادر محترم حفیظ تائب نے میری ایک غزل کے معروف مطلع

وقت خوش خوش کاٹنے کا مشورہ دیتے ہوئے

رو پڑا وہ آپ مجھ کو حوصلہ دیتے ہوئے

پر ایک بہت ہی خوبصورت نعت ردیف بدل کر لکھی جس کا مطلع ہے

(خدمتِ) سرکار میں پہنچے ثنا کرتے ہوئے

(انہوں نے غزل کی ردیف 'دیتے ہوئے' کو 'کرتے ہوئے' میں بدلا یہ انتہائی معمولی فرق ہے کہ اگر وہ ازراہِ محبت مجھ سے اِس کی نشاندہی نہ کرتے تو میری کبھی اس طرف توجہ بھی نہ جاتی یہ اُن کی کریمانہ شخصیت کا بڑا پن ہے کہ انہوں نے مجھ سے اس کا ذکر کیا۔)

نعتیہ شاعری میں شاعری کی کامیابی، ندرت اور جدّت کا انحصار (قافیے سے کہیں زیادہ) اس میں استعمال ہونے والی شعری زمینوں پر ہوتا ہے نعت نگار جتنا جدّت کوش اور ندرت پسند ہوگا اسی اعتبار سے از خود اس کی جبلّی شعری صلاحیت اس کو نئی زمینوں کی تلاش پر آمادہ رکھی گی۔

نعت کی تخلیق میں محو اور منہمک رہنے والا شاعر آغازِ نعت میں کسی ایک ایسی سطر،

مصرع کو موزوں کرتا ہے جو اُس کو دَر پیش فکری، حسیاتی، جذباتی یا مشاہداتی کیفیت کو سمو لینے میں کامیاب ہو جاتا ہے پھر کاغذ پر اترنے سے پہلے وہ مصرع اپنی امکانی کیفیات کی شدّت کو سہارنے لائق (Stustainable) اس مصرعے میں اگر کسی لفظ کی تبدیلی ناگزیر ہو تو وہ کر کے اس دستیاب اوّلین مصرع کو ایک طے شدہ مربوط تحریری صورت دے دیتا ہے یہ اوّلین مصرع اس نعت کی مضامین آوری کے لئے ایک افقی (Horizental) بنیاد فراہم کرتا ہے باقی کام نعت نگار کی جذباتی شدت، دستیاب تنہائی یا بہ حیثیتِ مجموعی اس کے تخلیقی انجذاب و انہماک، صلاحیت و مہارت اور جدّت پسند جوہر (Skill) کا ہوتا ہے جو اس بنیادی مصرع پر پوری نعت کی عمودی (Vertical) عمارت تعمیر کرتا ہے ایک منزلہ، دو منزلہ کی طرح چار، چھ، سات، آٹھ، شعروں تک جہاں تک اس کی جذباتی وابستگی اور اس کی تخلیقی قوت اس کا ساتھ دیتا ہے ___ بعض اوقات یہ تخلیقی عمل ایک نشست میں ختم ہو جاتا ہے اور کبھی اِسے کئی دن لگ جاتے ہیں غزل کی ہئیت میں لکھی جانے نعتوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ عدیم الفرصتی کے سبب مہینوں تک نعت پارہ مکمل نہیں ہوتا یا کئی قسطوں میں مکمل ہوتا ہے ایک نشست میں اور کئی نشستوں میں مکمل ہونے والی نعتوں میں اثر پذیری کے اعتبار سے جو فرق ہوتا ہے اس کا مطالعہ سماجی، نفسیاتی، لسانی اور دیگر کئی وجوہات سے ایک الگ مسئلہ ہے۔ جس کا تجزیاتی جائزہ مطالعات نعت کے کئی نئے دَر وا کر سکتا ہے۔

سرِ دست اس مضمون کے حوالے اس امر کی نشاندہی ضروری ہے کہ نعت کی تخلیق میں اِس کی زمین (عروضی آہنگ، قافیہ، ردیف وغیرہ) میں ردیف کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے اگر ردیف شاعر کی کیفیات کی سچی ترجمانی کرتی ہے تو تخلیق نعت کے باقی مرحلے اس کے لئے آسان ہو جاتے ہیں اگر ردیف کے انتخاب میں کوئی ایسی بات رہ گئی ہو جو اس کے جذبہ کی ترجمانی اور اس کے تخلیقی بہاؤ میں مانع ہے تو اس کی نعت تین چار شعروں کے بعد

آگے نہیں جائے گی۔نعت نگاری میں غزل سے کہیں بڑھ کر بات محض قافیہ پیمائی کی نہیں قافیہ آرائی کی ہے یعنی نعت نگار کو محض رسماً قافیے نہیں نبھانے چاہئیں بلکہ ان قوافی سے تازہ کاری کے حامل شعر کشید کرنے چاہئیں۔ایسے موقع کے لیے غالب کا کیا خوبصورت شعر ہے

غالب نبود شیوۂ من قافیہ بندی
ظلم است کہ بر کلکِ و ورق می کنم امشب

(غالب قافیہ بندی میرا شیوہ نہیں یہ آج جو میں کر رہا ہوں یہ کاغذ اور قلم پر ظلم ہے)

نعتیہ ردیفوں میں بعض اوقات اسمائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو استعمال کیا جاتا ہے بعض ردیفیں درود وسلام سے متعلق ہوتی ہیں بعض قرآنی الفاظ سبحان اللہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ یا دوسری عربی فارسی الفاظ یا جملوں سے مثلاً تنہ نا نا یا ہو، سیدی، مرشدی، مولائی، شاہ مدینہ، تاجدار مدینہ، اغثنی یا رسول اللہ__________ وغیرہ ایسی ردیفیں بیانِ محبت، حصولِ ثواب اور اظہارِ ارادت وعقیدت کا فریضہ بخوبی انجام دیتی ہے مگر یہ ہر جگہ نعت میں تازہ کاری کو آگے نہیں بڑھاتیں اِن ردیفوں کی حیثیت تسبیح اور ورد و وظیفہ کی رہ جاتی ہے جو اپنی جگہ خود ایک مستحسن فریضہ اور عبادت کے ذمرہ میں شمار ہونے والی سعی ہے لیکن اگر ایک دو الفاظ کے فرق یا ترتیب سے ایسی زمینوں میں ندرت، جدّت اور تازہ کاری کے امکانات بھی تلاش کر لئے جائیں تو کارِ ثواب کے ساتھ فنِ نعت کی بہت خدمت ہوسکتی ہیں ہمارے ہاں بعض شاعروں نے اسمائے رسولؐ کے شمول سے بہت خوبصورت نعتیں لکھی ہیں مثلاً حفیظ تائب کا نعتیہ آشوب جو' یا نبیؐ کے الفاظ کی ردیف رکھتا ہے اظہارِ عقیدت کے ساتھ ہمارے سماجی، سیاسی، احوال اور اخلاقی، روحانی زوال کا دلدوز مرقع پیش کرنا ہے اس نعت کا مطلع ہے۔

دے تبسم کی خیرات ماحول کوٗ ہم کو درکار ہے روشنی یا نبیؐ
ایک شیریں جھلک ٗایک نوری ڈلک ٗ تلخ وتاریک ہے زندگی یا نبیؐ

قافیے کے استعمال میں اگر نعت نگار ندرت کوش اور جدّت تلاش ہو تو وہ اپنے اظہار میں تازگی پیدا کر سکتا ہے اساتذہ کے ہاں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں مولینٰا جامی، مولینٰا احمد رضا خاں بریلوی اور دوسرے کئی شاعروں کے ہاں کہیں کہیں ایسے نمونے مل جاتے ہیں جہاں انہوں نے الفاظ کی ساخت اور دَروبست سے یا بعض تصرفّات سے قافیے میں نادرہ کاری پیدا کی ہے مثلاً حافظ شیرازی کا یہ شعر دیکھئے

من خراب کجا ٗزاہد خراب کجااست
ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجاست

یہاں خراب کا قافیہ تا بہ باندھا گیا ہے۔ایک میں جزم اور دوسرے میں حرکت ہے۔اسے شعر کی زبان میں غلو کہتے ہیں مگر شاعر نے جس خرابی کا مضمون باندھا ہے اسے قافیے سے واضح کر دیا ہے۔اور یہ نشاندہی ہی اِس کا جواز ہے۔

اسی طرح مرزا غالب نے کوآئے، کھوآئے، جوآئے کے ساتھ وہ آئے کا قافیہ استعمال کیا ہے اسی طرح آنے کی، کے ساتھ نیکی کا لفظ استعمال کیا ہے گویا قافیے کو ردیف کا حصہ بنا دیا ہے۔ یہ شعر دیکھئے:

غم دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اٹھانے کی
فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

کہوں کیا خوبیِ اوضاع ابنائے زماں غالب
بدی کی اُس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

قافیے کے کلاسیکی استعمال میں کچھ تبدیلیاں اور تصرّفات ہر دور کے غزل نگاروں نے بھی کیئے ہیں مثلاً (بغیر کسی باقاعدہ تفحص و تلاش کے، میرے قریب پڑے بعض رسائل سے اخذ کی گئی) یہ مثالیں دیکھئے:

O خالد احمد نے آغاز، راز اور دراز کے ساتھ اغماض اور ناراض کے قوافی باندھے ہیں

(فنون ۔ جنوری، فروری ۱۹۷۴)

O ظہور ظفر نے وقت کے ساتھ ربط کا قافیہ باندھا ہے مثلاً مطلع کا مصرع ہے

ے کسی کی نبھی ہے کون نبھائے گا وقت سے

اس غزل کا مطلع ہے

کس سے کریں شکائتِ دنیا' نظر کہ ہم

رسوا ہوئے ہیں اپنی اناؤں کے انت سے

اسی طرح کشادہ اور لبادہ کے ساتھ وعدہ ـــــ لباس اور ہراس کے ساتھ خاص بات ـــــ اور ذات کے ساتھ نعت کے قافیے بھی نظر آتے ہیں یعنی ہم صوت حروف اور آوازوں (س، ص، ث، ز، ذ، ظ، ض، ت، ط) والے الفاظ کو کبھی کبھار ہم قافیہ بنالیا جاتا ہے بعض اساتذہ فن اس پر معترض بھی ہوتے ہیں مگر زبانوں میں ایسی تبدیلیاں فطری عمل کا حصہ ہیں کہیں کہیں ایسے تصرفات بھی سامنے آتے ہیں

صدائیں آنے لگی ہیں ابھی سے رونے کی

شروع کیسی کہانی یہ قصہ گو نے کی

اس شعر میں حسن اکبر کمال نے سونے ـــ رونے ـــ کھونے کے ساتھ کس ندرت سے قصہ گو ـــ کو استعمال کیا ہے

کھل جائے گا تجھ پر بھی وگرنہ ترا قامت

بہتر ہے کہ تو آئینے کے سامنے جامت

یعنی علامت اور قدامت کے ساتھ جامت، لگامت، گنوامت کے قافیے برتے ہیں۔(روحی کنجاہی:ص۱۱۶،فنون اپریل مئی ۱۹۹۶ء)

اسی طرح ہمارے نعت نگاروں نے بھی اپنی نعتوں میں کہی کہی قافیے کے استعمال میں ندرت کا مظاہرہ کیا ہے صوفی فقیر افضل کی نعت کا ایک شعر ہے

؎ شایانِ بارگاہِ پیمبر نہ تھی فغاں

آنسو بنا دیا ہے جسے احترام نے

اس نعت میں نام نے___احترام نے_____کے ساتھ ایک قافیہ سامنے کا بڑی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ ایسے استعمال کی ایک اور مثال دیکھئے۔ دعائیہ اور التجائیہ اورندائیہ کے ساتھ آئی آ____کا قافیہ

جنت کے آٹھ باب ہیں ہے وہ رضا نصیب

جس کو ہر ایک باب سے آواز ''آئی آ'' (راقم)

(اس میں ایک حدیث مبارکہ کی ترجمانی کرتے ہوئے دعائیہ کے ساتھ 'آئی آ' استعمال ہوا ہے) ایک اور مثال دیکھئے

بات حرفِ ولا سے آگے کی

چُپ ہے منزلِ ثنا سے آگے کی

لحن تر رکھتے ہیں درودوں سے

فکر کرتے ہیں پیاسے آگے کی (راقم)

یہاں بھی وِلا اور ثنا کے ساتھ پیاسے کا قافیہ استعمال کر کے ردیف کو قافیہ کا حصہ بنا دیا گیا ہے اسی طرح بعض نعتوں میں بنا ہُوا____گھنا ہُوا___تنا ہُوا کے ساتھ ربنّا ہُوا کے قوافی بھی نظر آتے ہیں۔ جو دستیاب قوافی کے ساتھ ردیفوں کو ملا کر یا کسی اور ندرت سے پیدا کئے گئے ہے۔ یہ شعر دیکھئے

سلامتی کا سائباں ہے روح پر تنا ہُوا
ریاضِ جنّۃ میں سراپا شکر ہوں بنا ہُوا
عجیب کیفیت تھی میری جالیوں کے سامنے
مرے لیے کٹھن بہت ہی جاں سنبھالنا ہُوا
تسلیوں کی لہر اک مرے لہو پہ چھا گئی
کبھی نہ رائیگاں مرا تجھے پُکارنا ہُوا
خوشا کہ گام گام ہوں مَیں سرمدی پناہ میں
زبان کا ریاض جب سے وِرد ربنّا ہُوا

قافیہ ــــــ ردیف کے ساتھ دوسرا اہم جز ہے جو غزل کی ہئیت میں لکھے جانے والے ہر فن پارے (حمد، نعت، منقبت، سلام وغیرہ) میں ایک کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

اگر تخلیقی عمل کے مختلف مرحلوں کا تجزیاتی مطالعہ کریں تو ردیف کے شمول کے ساتھ قافیے کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے واضح رہے کہ غزل نما ہئیتوں میں لکھے جانے والے اشعار میں موضوع کو ایک واضح شکل دینے کے لئے پہلے دوسرے مصرع کو مرتب کیا جاتا ہے بعض قاری اور نئے شاعر پہلا مصرع لکھ کر دوسرے کی تلاش اور خیال کو قافیہ ردیف کے ساتھ مرتب کرنے کے لئے پریشان ہو جاتے ہیں ــــــ صحیح صورت یہ ہے کہ ردیف کی موزونیت کے ساتھ قافیہ ایک خیال لے کر آتا ہے جسے اس بحر میں (جس میں نعت پارہ تخلیق ہو رہا ہوتا ہے) مرتب کیا جاتا ہے جب اب مصرع معنوی طور پر یعنی بامعنی صورت میں تشکیل پالیتا ہے تو ہر اس خیال کو دو مصرعوں میں مرتب کرنے کے لئے اوپر والا یعنی پہلا مصرع لکھا جاتا ہے تمام شعر ایسے ہی تخلیق کئے جاتے ہیں یعنی دوسرے مصرعے

(بنیاد) سے اوپر (پہلے مصرعے کی طرف جایا جاتا ہے کبھی کبھار اگر لمبی ردیف نہ ہو یا غیر مردّف غزل یا نعت لکھی جا رہی ہو تو پہلا مصرع پہلے بھی ذہن میں آ سکتا ہے لیکن ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کیونکہ خیال نے ردیف اور قافیے پر جا کر تشکیل یاب ہوتا ہے اگر شاعر قافیہ کو ردیف کے شمول کے ساتھ ذہن میں فوکس نہیں کرتا شعر کی سب چولیں (خیال، قافیہ اور ردیف) صحیح نہیں بیٹھیں گی۔

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں قافیہ اس اعتبار سے شعر کا اہم جز ہے کہ اسے اپنے سیاق وسباق میں آنے والے خیال اور ردیف کے درمیان ایک اہم کردار ادا کرنا ہے۔ قافیہ ردیف کے ساتھ خیال کو مربوط کرتا ہے اگر قافیہ وزن یا تلفظ کے اعتبار سے اپنے باقی قوافی سے زیر یا زبر کے فرق کے ساتھ مختلف ہوگا تو وہ پوری نعت کا ماحول متاثر کرے گا۔

قافیے میں الفاظ کا ہم اِملا ہونا اتنا ضروری نہیں جتنا ہم صوت و ہم آواز ہونا ضروری ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں ایک سادہ، واضح، مروج اور مستعمل اسلوب دوسرے جن میں اساتذہ اور معاصر قافیے کی صوتی فضا میں تھوڑی سے املائی تبدیلی بھی روا رکھتے ہیں جس کی مثالیں ہم پیچھے دے آئے ہیں۔ مثلاً رات اور بات کے ساتھ نعت کا قافیہ یا صراط اور احتیاط کا قافیہ ــــ لبادہ اور کشادہ کے ساتھ وعدہ کا قافیہ ــــ راز اور نماز کے ساتھ بیاض کا قافیہ ــــ راس اور پاس کے ساتھ خاص کا قافیہ۔

'نئے' اور 'اچھے' قافیے کی تلاش نعت نگار کے اظہار میں خوبصورتی، ندرت اور دلپذیری کا سبب بنتی ہے 'نئے' اور نسبتاً کم استعمال ہونے والے قافیے کو اگر صحیح ردیف مل جائے تو اس سے اس قافیے (لفظ) کے معنوی تلازمات نئے نئے امکانات سامنے آتے ہیں 'اچھے' سے مراد ردیف کی مناسبت اور ہم آہنگی ہے جسے موزونیت بھی کہا جا سکتا ہے یوں نعت نگار 'قافیہ پیمائی' کی بجائے 'قافیہ آرائی' سے اپنے نعتیہ اظہار میں ندرت اور

اپنے ثنائی بیانیے میں تازہ کاری کے جوہر دکھا سکتا ہے واضح رہے کہ قافیہ کے اندر مخفی زیبائی کو بھی ردیف نے سنوارنا، نکھارتا اور اجالنا ہوتا ہے اگر ردیف کا تلازماتی امکانات سے دُور دُور تک کوئی تعلق نظر نہ آئے ردیف سپاٹ، ریاضیاتی ٹھوس، صحافیانہ اظہار کی حامل ہو تو اچھے سے اچھا قافیہ بھی موثر نتیجہ پیدا نہیں کرسکتا اچھی اور موزوں ردیف قافیے کی امکانی معنوی اور تلازماتی وسعتوں کو سامنے لانے کا سبب بنتی ہے۔

جدّت پسند قافیہ شناس شاعر ردیف کی مناسبت سے ہمیشہ موزوں قافیوں کی تلاش میں لگے رہتے ہیں ہرات کے ایک شاعر غیاث کا ذکر اس حوالے سے غیر متعلق نہ ہوگا اس کی قافیہ دوستی کے سبب اس کا نام ہی غیاث قافیہ معروف ہو گیا تھا اوہ اپنے شعروں میں حتی المقدور قوافی استعمال کرتا اگر کوئی شخص ایسے قافیے کی نشاندہی کرتا جو اُس سے رہ گیا ہوتو وہ اسے مناسب پیسے (بطور جرمانہ یا انعام؟) دے کر وہ قافیہ اُس سے خرید لیتا اور پھر اسے اپنے شعروں میں استعمال کرتا۔

لغت نامہ دہخدا نے (تحفہ سامی ص،۱۶۱) کے حوالے سے غیاث قافیہ کے ضمن میں بتایا ہے۔کہ

’غیاث قافیہ شاعر ہرات بود وجہ تسیمہ اُو بہ قافیہ ایں بود کہ
غزل یا قصیدہ ای رابدوں توجہ بہ قافیہ می سرُ ودو اگر شخص
دیگری قافیہ ای پیدا میکرد کہ اُورا نگفتہ بود باز آں رامی
خرید ودر شعر خود داخل می کرو____ دو بیتِ زیر از اشعار
اور در مدح خواجہ حمید اللہ ساوجی است‘

خواجہ عالی گہر بہ نشستہ با نورِ صفا
جامۂ آب نباتی در برش ابر سفید

آدمی از سادہ خیز و زہری بغض و حسد
عودیٔ تر از جنابد سیب از بشر سفید

جنابد میں امرود کو عودی کہتے ہیں اور بشر خراسان میں ایک قصبہ کا نام ہے جس کے سیب مشہور ہیں (اسے اَبر کے ساتھ بشر کا قافیہ سجھایا گیا تو اس نے یہ شعر کہا)

قافیہ شایگاں بھی قافیے کی ایک قسم ہے جو ایطائے جلی پر مشتمل ہوتا ہے جس میں زائد حرف کو اصلی قافیہ قرار دیا جاتا ہے جیسے دلیران، مردمان کو جان اور زبان کے قافیے کے ساتھ باندھا جائے یا رنگین کو نسرین اور حسین کے ساتھ ___ یا خنداں اور گریاں کو کماں اور مکاں کے ساتھ ___ خوردن اور خفتن کو گلشن اور سوسن کے ساتھ۔

شایگاں فارسی میں ایسے کام کو کہتے ہیں جو حاکم کے کہنے پر بلا معاوضہ بے مزدومنت کیا جائے ہندی میں اسے بیگار کہتے ہیں بیگار کیا جانے والا کام چونکہ مجبوری سے ہوتا ہے اِس میں کوئی اہتمام نہیں ہوتا ایسے کام بے اہتمامی اور سرسری انداز میں کئے جاتے ہیں اسی لئے ایسے قافیوں کو شایگاں کہا جاتا ہے۔فرہنگ آنندراج اور غیاث اللغات میں ایسے قوافی کو پس آوند، لاحقے کی ایک قسم بتایا گیا ہے جس میں زائد حرف کے شمول سے اسے اصل قافیہ بنا دیا جاتا ہے۔قافیے کی مناسبت سے دو اور ترکیبیں قابلِ ذکر ہے ایک قافیہ اندیش ___ قافیے کے بارے میں فکر مند رہنا مثلاً مولانا روم کے یہ شعر دیکھئے:

قافیہ اندیشم و دلدارِ من
گویدم مندیش جز دیدارِ من

خوش نشیں اے قافیہ اندیشِ من
قافیہ دولت توئی در پیشِ من

اسی نسبت سے موزوں طبع اور شاعر کو قافیہ سنج بھی کہتے ہیں۔حافظ شیرازی کا یہ شعر دیکھئے:

مرغانِ باغ قافیہ سنجند بذلہ گوی
تا خواجہ می خورد بہ غزل ہائے پہلوی

اسی لفظ کی رعامت سے قافیہ سنجان (جمع) شعرا اور موزوں طبع افراد کے لئے اور قافیہ سنجی، علم شعر، نقد شعر اور شعر گوئی کے لیئے مستعمل ہے۔شاعری میں قافیہ کی اہمیت کے پیش نظر شاعر کے لئے قافیہ گو اور شاعری کے لئے قافیہ گوئی کے الفاظ بھی مستعمل ہیں

قافلہ زن یاسمن و گل بہم
قافیہ گو قمری و بلبل بہم (نظامی)

قافیہ تنگ ہونا کسی مشکل میں ہونا اور (گفتار یا کردار میں) عاجز ہونے کا کنایہ ہے۔ خاقانی کا کیا خوبصورت شعر ہے

صورتِ عدل تنگ قافیہ است
کہ ردیف دوام او زبید

فارسی کی ایک مثل بھی ہے

چوں قافیہ تنگ آید شاعر بہ جفنگ آید

یعنی جب شاعر کو مناسب قافیے نہیں ملتے تو وہ جفنگ پر اتر آتا ہے (جفنگ بمعنی لغو، بے ہودہ، یاوہ، مہمل، ہرزہ، باطل، ژاژ اور بے اساس کلام کو کہتے ہیں)

قافیہ کا کلیدی استعمال ردیف کو بھی موثر اور معنی خیز بنا دیتا ہے جس طرح ردیف قافیے کے معنوی اور تلازماتی دائرے کو وسیع کر دیتی ہے۔قافیہ اور ردیف کی ہم آہنگی اور عدم ہم آہنگی کا مسئلہ ایک جداگانہ مضمون بلکہ کتابچے کا موضوع ہے جس کو مختلف مثالوں کے بغیر سمجھنا اور سمجھنا مشکل ہے ہمارے شاعروں خصوصاً نعت نگاروں نے انہیں کیسے استعمال کیا

ہے؟اس میں ہر طرح کی مثالیں مل جاتی ہیں عمومی مثالیں ،خصوصی توجہ سے استعمال ہونے والی مثالیں ، بہت ندرت اور جدّت والی مثالیں قافیہ اندیش اور ردیف سگال نعت نگاروں کی مثالیں ــــــ جہاں ایک قافیہ نعتیہ شعر کے پورے معنوی ماحول کو چمکا دیتا ہے یا جہاں ردیف کی مناسبت اور موزونیت اور اِس کا فطری انداز میں استعمال نعت کو بلیغ شعری اور تخلیقی قدروں کا امین بنا دیتا ہے ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جہاں نعتیہ خیال کی مناسبت سے مناسب قافیے کی تلاش میں محنت نہیں کی گئی یا جہاں ردیف قافیے کے بعد محض وزن کو پورا کرتی نظر آتی ہے اسے نہ بھی پڑھا جائے تو شعر کا مفہوم قافیہ تک پہنچ کر ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ ایسے سارے مباحث نعت بہ نعت اور شعر بہ شعر تفصیلی تجزیے کے متقاضی ہیں شاعری کے عام مباحث کے ساتھ نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صنف کے مطلوب احترام اور جذباتِ ارادت مندی کے آداب کی روشنی میں ہم آج کے نعتیہ بیانیہ کا مطالعہ کریں تو ان مسائل پر کئی پہلوؤں سے توجہ دینے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

قوافی کی تلاش میں مختلف زبانوں کے ان الفاظ پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے جو اردو کا حصہ بن گئے ہیں جیسے آج سے قریباً ڈیڑھ سوسا پہلے محسن کاکوروی نے اپنے معروف قصیدے سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل ــــــ میں ہندی الفاظ کے ساتھ کئی انگریزی الفاظ بھی بطور قافیہ استعمال کئے ہیں مثلاً کونسل اور گورنر جنرل وغیرہ۔بعض نعت نگاروں کے ہاں آج بھی انگریزی زبان کے لفظ نعت میں مل جاتے ہیں۔مسرور بدایونی کی ایک نعت

(الحمد کہ) ہے سورہ والنّاس مرے پاس
اس واسطے آتے نہیں وسواس مرے پاس
مدّاح پیمبر ہوں میں، رضواں نہ مجھے روک
ہے خلد میں جانے کے لئے پاس،مرے پاس

رضی اللہ عنہ پیکٹ میں (الحمد کہ) کی جگہ مسرور صاحب کے کچھ اور لفظ برتتے ہیں جو مجھے یاد نہیں آ رہے میں نے صرف مصرع کو رواں کرنے کے لئے یہ لفظ شامل کئے ہیں۔مثال کا مقصد نعت میں انگریزی لفظ 'پاس'(Pass) کی نشاندہی ہے رضی اللہ عنہما

مَیں نے ایک بار ''اردو نعت میں انگریزی الفاظ کا استعمال'' کے حوالے سے کچھ اشعار کی جمع آوری کا سوچا تھا یہ ایک جائزہ طلب موضوع ہے محسن کا کوروی سے معاصر نعت گوئی میں ایسے الفاظ کے استعمال کی سینکڑوں مثالیں مل سکتی ہیں۔بعض جگہ ایسا استعمال تخلیقی انداز میں ہُوا ہے بعض جگہ سرسری انداز میں اور بعض جگہ چونکا دینے کے لئے۔نئے سکالرز کو نعت کی نئ لسانیات پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ پاکستانی زبانوں (پنجابی،پشتو،سندھی بلوچی وغیرہ) کے وہ الفاظ جو آج کی اردو بن گئے ہیں کیا وہ اپنی صوتی اور معنوی خوبصورتی کے سبب اردو نعت کا حصہ نہیں بن سکتے ؟

ردیف اور قافیہ کی بات ایک مثال سے دی جاسکتی ہے (واضح رہے کہ مثال پورے مسئلے کے ایک رُخ کو واضح یا نمایاں کرتی ہے پوری صورتِ حال کا ہمہ پہلو احاطہ نہیں کرتی) ــــــ جیسے نہر یا دریا کا پانی ہوتا ہے آپ حسبِ ضرورت،استعمال کرنے کے لئے اِس میں کوئی برتن ڈالتے ہیں پانی برتن کی گنجائش اور موزونیت کے اعتبار سے اِس میں اپنی جگہ بنائے گا یہ پھیلا ہُوا پانی آپ کے احساسات، خیالات، تجربات، مشاہدات، کیفیات، جذبات اور مواد کی وہ صورت ہے جسے آپ اظہار میں لانا چاہتے ہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کے اندر مواد کا جو بھی سرمایہ ہے جب تک وہ لفظوں کے ذریعے اظہار پذیر نہیں ہوتا آپ فن کی اقلیم میں داخل نہیں ہو سکتے بقول مرزا غالب

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل

جب آنکھ سے ہی نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے!

لہو کے آنکھ سے ٹپکنے کو آپ اظہار کی آخری شکل سمجھئے کہ تجربہ آپ کے داخل کا حصہ بن کے مکمل انجذاب ، انہماک اور (Involvement) کے ساتھ آپ کے تخلیقی شعور (Poetic Consciousness) کا حصہ بن کر کاغذ پر اترے اِسی لئے ادبیات عالیہ کی تخلیق کو 'لہو کے روشنائی میں بدلنے' (بلکہ ڈھالنے زیادہ مناسب ہے) Turning blood in to ink کا عمل کہا گیا ہے یہ شعریات کا وہ نکتہ عروج ہے جہاں خیال، لفظ، قافیہ، ردیف، بحر اور اسلوب کے تمام داخلی اور خارجی پہلو ایک تخلیقی اکائی (Poetic Unit) میں ڈھل جاتے ہیں اور بقول شاعر

لہو کے سیاہی میں ڈھلنے کا لمحہ بھی کتنا پراسرار ہے؟
قلم سوچ سے ماورا، سوچ دل سے الگ ،
دل ورق سے جدا اور ورق انگلیوں سے علیحدہ
کوئی شے نہیں ہے!

ہمہ اوست کا مرحلہ ہے!
خون کاغذ کے پھیلے ہوئے راستوں کی سیاحت کو نکلا ہے
الفاظ میں دل دھڑکنے لگا ہے
ہونٹ چپ ہیں مگر اب قلم کو زباں مل گئی ہے
ورق بولنے لگ گیا ہے !

ایک لمحۂ پراں ہے اور بس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
کیا خبر کب خیالوں کو الفاظ کے سلسلے مل گئے ؟

لہو کے سیاہی میں ڈھلنے کا لمحہ بھی کتنا پُراسرار ہے !

(نظم: 'ہمہ اوست کا مرحلہ'، کتاب: ''انتساب''، ریاض مجید، قرطاس، فیصل آباد)

ہر فن پارہ اپنے فن کار سے ایسا ہی تخلیقی جذب چاہتا ہے۔ اِس جملہ معترضہ کے بعد پھر اسی مثال کی طرف لوٹتے ہیں پانی میں ڈالے ہوئے ظرف کی حیثیت ردیف کی ہے جس طرح پانی ظرف کے اندر اپنی جگہ خود بنالیتا ہے اِسی طرح لکھنے والے کے تمام جذبات و خیالات اُس ساعتِ تخلیق میں اُس ظرف کی حد بندی سے باہر نہیں جا سکتے وہ ظرف یعنی ردیف لکھنے والے کی کیفیات کو از خود ایک شکل (Shape) عطا کر دیتی ہے۔ ردیف کا انتخاب چونکہ لکھنے والا اپنی مرضی سے کرتا ہے لہٰذا اس کا یہ جبر بھی اختیاری ہے خوش کن، دلپذیر اور اُس کا من پسند انتخاب ـــــ قافیہ کی مثال اس ظرف کے مونہہ (Opening) کی سی ہے باہر جتنا بھی پانی ہے اسے ظرف میں جانے کے لئے اسی دہانے سے گزرنا ہے یعنی مواد کے پھیلاؤ کو کسی خاص کیفیاتی ظرف کا حصہ بنانے کے لئے اُس کی صورت سازی اور تشکیل کا عمل اسی دہانے (قافیے) کے ذریعے ہوگا آپ اپنے انتخاب کے بعد ایک فن پارے میں جو غزل کی ہئیت میں ہے تبدیلی نہیں کر سکتے۔ خیال سے قافیے اور ردیف یعنی پورے فن پارے کا تخلیقی سفر اِسی نہج، ترتیب اور مناسبت سے ہوتا ہے اگر کوئی لکھنے والا اس ترتیب سے انحراف کرے گا تو وہ فن پارہ غزل کی ہیئت سے نکل جائے گا اس کے جذبات و خیالات کی لفظی تشکیلات بھی اُسی ترتیب سے ہوں گی یعنی مواد، قافیے کی پابندی کرتے ہوئے ردیف میں شامل ہو جائے گی۔

'نعت نویسی' اور 'نعت نگاری' میں یہی ایک فرق ہے کہ 'نعت نویس' تخلیق کے اِن مرحلوں (ردیف و قافیہ) کو سرسری انداز میں لیتا ہے وہ دوسروں کی اُن شعری زمینیوں میں نعتیں کہتا ہے جسے بیسوں نعت کہنے والوں نے استعمال کیا ہے اور اب اُن زمینوں میں نئے خیالات کی افزائش کی گنجائش قریب قریب ختم ہوگئی ہوتی ہے جب کہ 'نعت نگار' نئی نئی اور تازہ تازہ زمینیں نکالتا ہے جس طرح پرانی زمین میں نئے خیال کو لانا قریب قریب ناممکن

ہے اسی طرح ایسی زمینوں میں کہے جانے والا ہر شعر اپنے ساتھ ایک تازہ خیال لے کر آتا ہے نئی زمین شعر میں آپ پرانا خیال لا ہی نہیں سکتے۔ یہ بھی واضح ہو کہ نعت میں نئی زمین کی تلاش، تازہ کاری کی کوشش میں ایک ذہنی اپج کا نام ہے بڑے بڑے کہنہ مشق شاعر زیادہ تر ساری عمر نعتوں کی مستعمل زمینوں میں طبع آزمائی کرتے رہے ہیں لیکن بعض کم معروف اور نئے شاعر کبھی کبھار نعت میں نئی زمین تراش لیتے ہیں'عبدہ و رسولہ '(مطبوعہ نعت اکادمی فیصل آباد) نعتیہ مجموعہ کے خالق شریف احسن کی یہ ایک نعتیہ زمین دیکھئے انہوں نے 'کی بلندیاں' ردیف رکھی ہے۔صفا، سما، ضیا اور حرا کے قافیے کے ساتھ۔اور یوں انہوں نے کئی تازہ شعر نکالے ہیں مطلع اور ایک شعر دیکھئے:

مجمع ہے رفعتوں کا حِرا کی بلندیاں
ہیں جمع یاں پہ ارض و سما کی بلندیاں

جھُک جھُک کے کر رہے ہیں ہمالے کئی سلام
حسرت سے دیکھتے ہیں حرا کی بلندیاں

شریف احسن نے' کی بلندیاں' کی ردیف کے ساتھ حرا کا قافیہ لا کر کئی معنوی تلازمات کو نعت کا قرینہ دے دیا ہے یہ ردیف و قافیہ کی عطا ہے جس کے تناظر میں ہمالہ اور دوسرے تلازمات نعت کا حصہ بن گئے اب اِس ردیف قافیہ میں جتنے بھی شعر آئیں گے وہ نعت کے پورے بیانیے میں نئے اور تازہ ہوں گے ____ اس بارے میں ایک اور بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ نعت نگاری صرف تازہ ردیف و قافیہ کے استعمال کا نام نہیں ردیف و قافیہ کی ہر نئی شکل ضروری نہیں کہ نعت خیز بھی ہو ____ نعت کی تخلیق میں نعتیہ لوازمات کے دوسرے پہلوؤں کو بہر حال پیش نظر رکھنا ہوگا 'پیش نظر رکھنا'' جیسے جیسے کسی نعت لکھنے والے کی عادت اور معمول بنتا جائے گا وہ شاعر اتنا ہی تازہ کار اور جدید نعت نگار ہوتا جائے گا۔

ردیف و قافیہ کی اس گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ نعت نگار کو ندرت کوش اور جدّت پسند

ہونا چاہیے نعت کو ادبیاتِ عالیہ کی سطح پر لانے کے لئے فنّی پختگی اور دل پذیری اسی صورت میں مل سکتی ہے جب نعت نگار مضامین و افکار کی تازہ کاری کے ساتھ ردیف اور قافیے کے نئے پن کی طرف بھی توجہ دیں واضح رہے کہ لفظ وہی ہیں جو ہم سینکڑوں سالوں سے عام بول چال اور اپنی تحریروں میں استعمال کر رہے ہیں اُن کی ترتیب نو، تازہ تراکیب کے شمول سے بھی ہم جدّت و ندرت حاصل کر سکتے ہیں۔ زبان کی تازہ کاری دراصل کام ہی لفظوں کی ترتیبِ نو کا یا وضعِ ترکیب کا ہے۔ لفظ کثرتِ استعمال سے کہنہ' پیش پا افتادہ (Cliche) بن جاتے ہیں اُن کے معانی کے ساتھ طے شدہ تلازمات اس طرح جڑ جاتے ہیں کہ اُن کو پڑھتے ہوئے کوئی نیا سلسلۂ خیال جنم نہیں لیتا ہم انہیں سنتے ہی ایک طے شدہ معنوی دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں اور جب ایسا ہزاروں بار ہوتا ہے تو الفاظ اپنے طے شدہ سیاق سباق میں بے روح ہو جاتے ہیں ان میں تازگی اس صورت میں پیدا ہو سکتی ہے جب اُس پرانی اور بار بار کی برتی ہوئی ترکیب میں ذرا لفظی تبدیلی پیدا کر لیں مثلاً یہ مصرع دیکھئے

؎ گدازِ نعت بشر دوستی سکھاتا ہے

یہاں 'انسان دوستی' کی مستعمل ترکیب کو 'بشر دوستی' میں بدل کر اس میں تازگی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے یہاں بعض تراکیب اور اُن سے منسلک مفاہیم اِس طرح 'مسلّمات' کا درجہ اختیار کر چکے ہیں کہ اُن میں تبدیلی، عقائد کی خرابی تک پہنچ سکتی ہے یہاں تازگی تلاش کرنے کے لئے نعت نگار کو اُن مسلّمہ تراکیب کے استعمال میں سیاق و سباق کا بھی خیال رکھنا ہوگا جس میں آپ انہیں استعمال کر رہے ہیں مثلاً قرآن، رسول، حرم، مطاف، ریاض الجنّہ، جنت البقیع، اسمائے الٰہی اور اسمائے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ____ وغیرہ ایسے الفاظ جن کا تعلق مذہبیات اور ایمانیات کے ذخیرے سے ہے یہ بعینہٖ اپنے طے شدہ مفاہیم اور تلفظات میں استعمال ہونے چاہئیں اُن کے استعمال کے تناظر میں جدّت و ندرت کی تلاش کی جائے گی

کبھی ان کا سیاق وسباق بدل کر ___ کبھی نعت کا صوتی آہنگ بدل کر ___ کبھی ان کے ساتھ دوسرے تراکیب لاکر ___ کبھی قافیہ اور ردیف کی تبدیلی سے ان کے ساتھ نئے خیالات اور جذبات آمیز کر کے ___ اپنی بساط کے مطابق سب نعت نگاروں کو جدید لب و لہجہ اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ آج بہ حیثیتِ مجموعی ایسی تلاش اور مستعملات کم کم ہورہے ہیں نعت کے حالیہ بیانیہ کے خدوخال ابھارنے کے لئے اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ہمارے ذمہ دار نعت نگاروں کی کوشش ہونی چاہیے کہ وہ نعت کے اسلوبیاتی استعملات پر غور وفکر کرتے رہیں ہر نعت نگار کو نعت کے موجودہ لفظیاتی اثاثے میں بہت نہیں تو چند تازہ تراکیب کا اضافہ ضرور کرنا چاہیے۔ ایک دو پرانی فراموش بحروں کو نئے ڈھنگ سے برتنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے اور حتی الامکان اپنے نعتیہ محسوسات و مشاہدات اور جذبات و کیفیات کے اظہار کے لئے تازہ نئی شعری زمینیں بھی تلاش کرنا چاہیے ___ پچھلے دو تین فقروں میں تین چار بار چاہئے کا لفظ آ گیا جو شائد بعض لوگوں کو نا مطلوب (Unwanted) صلاح ومشورہ نظر آئے لیکن یہ حقیقت ہے کہ کبھی کبھار کچھ امور کی طرف توجہ دلانے سے تازگی کا ایک دروازہ بھی کھل جاتا ہے۔ مثلاً اگر ہر نعت نگار اپنے آپ سے یہ سوال کرے کہ مَیں نے اب تک جتنی نعت نگاری کی کیا مَیں نے اب تک

ا۔ اردو نعت کو کوئی نئی ترکیب دی؟

۲۔ کیا کوئی نئی زمین نکالی؟

۳۔ کیا کوئی ایسا صوتی آہنگ تلاش کیا جو پہلی بار استعمال ہُوا ہو یا جسے بہت کم نعت نگاروں نے برتا ہو۔

یعنی مختصراً نعت نگاری میں عقیدت ومحبت کے اظہار کے ساتھ نعت کے خارجی پیکر، لفظیاتی ذخیرے، ترکیباتی اثاثے اور اُس کی لسانی ساخت میں کیا میری کچھ خدمات ہیں ___ کیا میرا کچھ حصہ ہے؟

فارسی زبان میں اس کے لئے ہم کاری، کمک اور ہم بخشی کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں____اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے؟

ردیف وقافیہ کی اس گفتگو کا اختتام اس سوال پر ہے کہ

ہے اس دیئے میں کوئی میری سعیٔ فن کی بھی لَو
ہے کوئی حصّہ مرا نعت کے بیانیے میں؟

نعت میں قافیہ وردیف کی گفتگو اس شعری اور فیصلہ کن، طے شدہ نتیجہ پر ختم ہوتی ہے کہ اچھی شاعری کی طرح نعت کا مقصد بھی ایک کیفیت، جذبے اور مشاہدے کی ترسیل ہے شاعر جس حد تک اخلاص اور محنت کے ساتھ ہر مرحلہ ترسیل اور لازمۂ تخلیق پر محنت کرے گا اُس کی نعتیہ تخلیق اتنی موثر اور جاندار ہوگی۔ دوسرے لوازم کی طرح نعت میں قافیہ وردیف کا استعمال بھی فطری۔ شعری تخلیق انداز میں ہونا چاہیے محض صنّاعی یا کاریگری (Craft) اور ایک رسم قافیہ برائے ردیف کے طور پر نہیں____جہاں اِس اصول اور شعری ضابطے سے انحراف ہوگا وہاں نعت نگاری، نعت نویسی اور قافیہ آرائی، قافیہ پیمائی بن جائے گی ردیف مضمون افروزی اور کیفیت آفرینی کی بجائے خانہ پُری رہ جائے گی۔

نعت نگار کی کیفیات، واردات، محسوسات، مشاہدات، جذبات اور خیالات کی ترسیل موثر، بلیغ اور کیف آور تب ہوگی جب وہ تمام اجزائے شعر خصوصاً ردیف وقافیہ کے تخلیقی استعمال میں جدّت وندرت کی اہمیت سمجھ جائے گا۔ بقول علامہ اقبال

جس روز دل کی رمز مغنی سمجھ گیا
سمجھو تمام مرحلہ ہائے ہنر ہیں طے

......O......

۷

اعتراضات واختلافات اور صلاح ومشورہ

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صنف دوسری اصنافِ سخن سے اس اعتبار سے مختلف ہے کہ اِس کا انسلاک جس ذاتِ گرامی کے ساتھ ہے اُن کی شخصیت و کردار کے بارے میں بات کرتے ہوئے (بلکہ سوچتے اور سنتے ہوئے بھی) قدم قدم پر محتاط ہونے کی ضرورت ہے جس طرح اُن کے بارے میں لکھنے کو عرفی نے تلوار کی دھار سے گزرنے کی تشبیہ سے واضح کیا ہے (؎ ہشدار کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را) اِسی طرح اُنؐ کے بارے میں کی گئی بات کو سننے اور اُس پر رائے دیتے ہوئے بھی احتیاط کی ضرورت ہے 'پہلے تولو پھر بولو' والی پرانی کہاوت کی صداقت دوسری اصنافِ سخن پر رائے زنی کرتے ہوئے ضروری محسوس نہ ہو مگر نعت کے بارے میں از حد ضروری ہے کیونکہ جس طرح نعتیہ مضامین کا اظہار احترام طلب ہے اسی طرح نعتیہ اشعار پر رائے زنی بھی ادب خواہ ہے۔

نعت کے فکر و فن پر عموماً تحسینی آرا کا اظہار کیا جاتا ہے تنقیدی تاثرات سے گریز کیا جاتا ہے لیکن عصرِ حاضر میں نعت کے فروغ کے ساتھ نقدِ نعت کو بھی فروغ ملا ہے اور اب کتب و رسائل کے ساتھ سوشل میڈیا پر بھی نعت کے بارے میں احتیاط و توازن سے، جچے تلے انداز میں قارئینِ نعت اپنے تاثرات بیان کرتے ہیں یہ تاثرات دو طرح کے ہوتے ہیں فکری و فنّی ____ فکری تاثرات میں گاہ گاہ مسلک کے اس اختلاف کو (جو فروعی ہوتے بھی بعض لوگوں کے نزدیک بہت اہم ہیں) کی نشاندہی کی جاتی ہے اور فنّی میں اوزان و بحور، الفاظ و تراکیب، تلفظ و املا کے مسائل کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

نعت کی صنف جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا ہے دوسری اصنافِ سخن سے مختلف ہے یہ عقیدت و محبت کا وہ ارمغان ہے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے تخلیق سے پیشکش تک کے ہر مرحلے پر ریا و نمائش سے پاک اخلاص ساماں رویوں کا

حامل ہونا چاہیے ___ بشری کمزوریوں کے سبب تمام ثنا گزار ہمہ اوقات شاید اس لازمۂ نعت اور تخلیقِ نعت کے سفر کے ضروری زادِ راہ کا اہتمام بحال نہ رکھ سکیں مگر انہیں اس کے لئے اخلاص سے کوشاں تو رہنا چاہیے۔ نعت اپنے قاری سے بھی ایسے ہی مخلصانہ رائے کی توقع رکھتی ہے کہ وہ نعت پر رائے دیتے ہوئے عجلت کا مظاہرہ نہ کریں۔

نعت کا کلچر معاشرتی عمل میں، روّیوں میں، نعت گری اور نعت خوانی میں یعنی ___ بیانیہِ نعت اور مطالعہ نعت میں حد درجہ احتیاط کا تقاضا کرتا ہے یہ بات سب کے لئے ممکن نہیں کہ سب کی ذہنی استعداد، قبول ورّد کی صلاحیت، تحسین وتنقید کا معیار اور تعریف اور رائے زنی کا درجہ ایک سا نہیں مگر جیسا کہ بڑے لوگوں کی ذمہ داری بھی بڑی ہوتی ہے بڑے لکھنے والے اور بڑے سننے والے دونوں نعت کے کلچر میں برابر کے ذمہ دار ہیں لکھنے والے صنفِ نعت کی فکری اور فنی تزئین میں بقول شاعر

لہو کا آخری قطرہ بھی صرفِ فن کر دے
بنا وہ نقشِ حسیں، جو بگڑ سکے نہ کبھی

___ اور ___

سُن اِس توجہ سے، بَن جائے کان، پورا وجود
تُو لکھنے والا کا کیفیت آشنا ہو جائے

اگر قاری اس سعیِ تخلیق مکرّر (Recreative effort) سے گزر سکے تو سمجھیں لکھنے والے کو اُس کی تخلیق کا اجر مل گیا اب قاری اور سامع کو حق حاصل ہے کہ وہ فن پارے کے بارے میں اپنی رائے دے، تنقید کرے، تحسین کرے یا اس کی کسی کمی نقص یا خامی کی نشاندہی کرے۔ فن پارے کے سیاق وسباق اور سعیِ تفہیم کے بغیر عجلت میں کوئی بات کہنا مناسب نہیں عجلت میں 'واہ واہ' تو کی جاسکتی ہے مگر کسی نقص کی نشاندہی کے لئے کچھ غور کرنا ضروری ہے۔

نعت پر کچھ اعتراضات ایسے ہیں جو آئے دن ویب سائٹس پر ہونے والے تنقیدی اجلاسوں میں ___ ادبی رسائل کے گوشۂ خطوط میں اور بعض تنقیدی مضامین میں نظر پڑتے ہیں نیک نیتی سے کئے جانے والے اکثر اعتراضات مبنی بر حقیقت ہوتے ہیں ___ کارآمد اور فیض رساں ___ اِن سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔ بعض لاعلمی کی بنیاد پر کئے گئے اعتراضات بے بنیاد ہوتے ہیں اگر ایسے معترض کچھ صبر سے اور کچھ سوچ بچار سے کام لیں تو ___ یہ اعتراض وہیں رفع ہو جائیں۔ ان دنوں شرعی اور فقہی مسائل سے پیدا ہونے والے اعتراضات کا نہ تو کوئی قانون اور قاعدہ ہے اور نہ ان کی کوئی انتہا، وہ صحیح بھی ہوتے ہیں اور مسلکی اختلافات کی بنیاد پر 'اعتراض برائے اعتراض' بھی جہاں ____ حسّام الحرمین (مطبوعہ ۱۹۰۶ء) اور المہنّد علی التفنّد (مطبوعہ ۱۹۱۱) سے لے کر 'مقیاسِ مناظرہ'، 'زلزلہ'، 'دھماکہ' اور 'وادیِ نجد کے بے کار پتھر' ____ جیسی سینکڑوں کتابیں عشرہ بہ عشرہ چھپتی رہی ہیں جن میں اُمّت مسلمہ کے اکابرین سے عام 'قصبہ جاتی مولویوں' کی فتویٰ پردازیوں، فتنہ سامانیوں، تکفیر بازیوں، مباہلوں اور مناظروں نے پورا مذہبی منظر نامہ ہی گرد آلود کر دیا ہے اور جہاں جبّہ و دستار کی حشر سامانیوں نے سنجیدہ مکالمات کے دروازے ہی بند کر دیئے ہیں وہاں ہمارے نعت کے بے چارے سادہ شاعر مولود، نعت خوانی اور نعت میں آنے والے مضامین و مسائل کا کیا دفاع کریں گے؟ مسلکی وابستگی رکھنے والے نعت گو حضرات خود اپنے اکابرین کی چیرہ گفتاریوں کے اسیر ہیں۔ وہ فتویٰ بازیوں کی اِس یلغار کا کیا مقابلہ کریں گے؟

دکھ کی بات ہے کہ نعت کی صنف جو ادب میں محبتِ محض کی بنیاد پر رواج پذیر ہوئی ہے۔ اُسے امّت مسلمہ میں افتراق و انتشار کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے وہ صنف جس کا آغاز ہی غیر مسلموں کفّار کی ہرزہ سرائیوں کی بیخ کنی کے لئے 'لسانی جہاد' کے طور پر ہُوا تھا اسے اپنے ہم مذہبوں کے درمیان تکفیر اور نفرت بڑھانے کا سبب بنایا جا رہا ہے۔ (''مسلکی وابستگیوں

کے تناظر میں نعت کا مطالعہ‘‘ نعت کی معاصر تنقید کا ایک اہم موضوع ہے جس میں ان مسائل کے تاریخی پس منظر اور برّصغیر کی نعتیہ روایت اور ارتقا میں اِن کے مذہبی روایتی، تہذیبی وثقافتی فنی تناظرات کو زیرِ جائزہ لانے کی ضرورت ہے۔)

گزشتہ سالوں میں کچھ اعتراضات بے جا اٹھائے گئے مثلاً ــــ مواجہ کے تلفظ اور املا کا فرق مَیں اس پر پہلے بھی برسبیلِ نعت ــــ املا و تلفظ کے ذیل میں وضاحت کر چکا ہوں کہ مواجہت اور مواجہ دونوں لفظ اپنے مختلف معنی، تلفظات اور املا کے ساتھ لغت میں موجود ہیں۔ مواجہت (رُوبروشدن) مواجہ (جائے روبروشدن) کے مفہوم میں یہ لفظ کئی شاعروں کے ہاں استعمال ہُوا ہے۔ مواجہت پر اصرار کرنا مناسب نہیں۔ گنبدِ خضرا کے حوالے سے بھی بعض کرم فرماؤں نے یہ اعتراض اٹھایا تھا کہ فارسی، عربی الفاظ کی یہ ترکیب محل نظر ہے اسے قبّہ الخضرا کہنا چاہیے ایسا اعتراض کرنے والے زبانوں کے فطری چلن، بہاؤ اور ارتقا پر توجہ نہیں کرتے زندہ زبانیں اُن دریاؤں کی طرح ہوتی ہیں جن میں راہ کے آنے والی ندی نالے بھی ملتے رہتے ہیں فارسی اور عربی کو ایک طرف رکھیں فارسی انگریزی الفاظ کی آمیزش سے سینکڑوں تراکیب آج کی اردو میں رواج پذیر ہیں۔ مثلاً فلم ساز، ناول نگار، فلم بین وغیرہ۔ گنبد خضرا کی ترکیب تو اتنی مانوس ہے کہ ہر نعت نگار نے اسے اپنی ہر دوسری تیسری نعت میں برتا ہے۔

اس بارے میں ایک اور واقعہ بھی سُن لیجئے۔ مَیں ایک بار بابا طاہر عریاں کی دو بیتیاں (رباعیات) پڑھ رہا تھا اس میں ایک مصرع نظر پڑا ؎ بہ آہے گنبد خضرا بہ سوجم ــ (مَیں ایک آہ سے گنبد خضرا، کو جلا دوں) ــ پوری دو بیتی یوں ہے

بہ آہے گنبدِ خضرا بہ سوجم
فلک را جملہ سرتاپا بہ سوجم

بہ سوجم ار بہ کارم راہ بساجی
چہ فرمائی بہ ساجی یا بہ سوجم

(قدیم فارسی میں سوز کی جگہ سوج بولا جاتا تھا یعنی میں ایک آہ سے گنبدِ خضرا یعنی آسمان کو سرتاپا جلا دوں اگر خود کو جلانے سے بھی میرا مقصد حل نہ ہو اور میرا کام نہ بنے تو بتایئے مَیں اپنے مقصد کو ہی جلا دوں یا آپ جل جاؤں۔ (مفہوم)

بڑی پریشانی ہوئی کچھ دیر بعد توجہ اِس طرف گئی کہ یہاں گنبدِ خضرا آسمان کا کنایہ ہے جیسے ہماری شاعری میں بھی آسمان، تقدیر کی پریشانیوں، مصیبتوں کو لانے کے اسباب میں کنایتاً یا استعارتاً بولا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ بابا طاہر عریاں (۳۲۴ھ ـــ ۴۱۱ھ) قریباً ایک ہزار سال پہلے کے شاعر ہے اس زمانے میں گنبدِ خضرا کا آج والا مفہوم کسی شاعر کے کلام میں تلاش کرنا یا اس پر کوئی رائے قائم کرنا عبث ہے۔ فارسی کی کلاسیکی شاعری میں گنبدِ خضرا، گنبد کی رعایت کے ساتھ آسمان کے کنائے کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور آج بھی ہو رہا ہے جیسے گنبدِ نیلگوں، گنبدِ مینائی، گنبدِ آبگینہ رنگ، گنبد مدوّر، گنبدِ گرد گرد اخضر ـــ اس طرح گنبد کے ساتھ بیس سے زیادہ لفظ فارسی لغت میں آسمان کے کنایہ کے طور پر مستعمل ہے۔ گنبدِ اخضر بھی آسمان کا کنایہ ہے۔ ناصر خسرو (۱۰۰۴ء۔۱۰۸۸ء) اور سوزنی ثمرقندی (۱۱۰۰ء۔۱۱۶۶ء) کے یہ شعر دیکھئے:

دَور است بنائے بے ستونے
ای گنبدِ گرد گرد اخضر (ناصر خسرو)

فرو سو نہ خواہیم شد ما ہمے
کہ ما برسرِ گنبدِ اخضریم (ناصر خسرو)

صد ہزاراں آفریں بادا، برآں کس کو بفضل
بر فرازِ مرکزِ این گنبدِ خضرا شود(ناصر خسرو)

ہمیشہ تا کہ بود دورِ گنبدِ اخضر
بروز ابیضِ آ بستن و شبِ اسود(سوزنی)

اسی طرح فارسی شاعری میں گنبدِ خضرا اور گنبدِ اخضر کا کنایہ کئی جگہ پر نظر آتا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے اردو کی شعری روایت میں آسماں_مقدّر، بدقسمتی، مصیبت، آلام وغیرہ کو نازل کرنے کے مفہوم کا استعارہ فارسی ہی سے آیا ہے۔ داغ کا یہ شعر دیکھئے:

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قبہ مبارک کا رنگ پہلے سفید تھا اس پر سبز رنگ کی تاریخ زیادہ پرانی نہیں ترکوں کے دورِ آخر میں سوڈیڑھ سو سال پہلے اس قبہ مبارک پر سبز رنگ کیا گیا اور اب ہماری نعتیہ شاعری کا ایک نہایت اہم مضمون گنبدِ خضرا، گنبد اخضر، گنبدِ سبز ہے اور ہر شاعر کی دوسری تیسری نعت میں نعت نگار اپنے نعتیہ مضامین اور کیفیات کے تناظر میں گنبدِ خضرا سے انتہائی عقیدت و محبت کا اظہار کرتا ملتا ہے___اہلِ محبت کی رگِ جاں گنبد خضرا ایک طرف اِس ترکیب اور تصوّر سے جس طرح بندھی ہوئی ہے۔ اِس کی ہزاروں مثالیں معاصر اردو نعتیہ شاعری میں ملتی ہیں۔

اسی طرح عجلت میں کئے گئے ایک اعتراض کا واقعہ اور سن لیجئے۔

اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد (مطبوعہ ۱۹۹۴، نعت اکادمی فیصل آباد) پر وزارتِ مذہبی امور پاکستان کی طرف سے ایوارڈ کے بعد ماہنامہ 'نعت' لاہور میں برادرم راجا رشید محمود کی طرف

سے اس سال کی انعام یافتہ کتابوں کے جو تاثرات شائع ہوئے ان میں میری کتاب کے نام کے محلّ اعراب پر اعتراضات کئے گئے مجھے حیرت ہے راجا صاحب جیسا مدیر جو امور ورموز کتابت سے آگاہ تھا انہیں کتاب کے عنوان پر لکھے الفاظ کو پڑھنے یا سمجھنے میں کیا دقّت ہوئی کہ انہوں نے لاہور میں کسی کاتب یا مجھ سے وضاحت طلب کرنے کی بجائے تحریری طور پر اِس کا اظہار کیا وہ کتاب کا پشتہ ہی دیکھ لیتے وہاں یہ الفاظ دوسرے رسم الخط میں لکھے ہوئے ہیں اِن کی تحریر اس وقت میرے ذہن میں نہیں اس کا تاثر البتہ میرے ذہن میں ہے جس میں ورازت مذہبی امور کی غیر ذمہ داری کا شکوہ تھا کہ انہوں نے کتاب کے عنوان کی ایسی (بقول اُن کے) غلط کتابت پر اسے کتاب کو انعام کیوں دیا؟ (ان کی پوری عبارت اسی سال کے ربیع الاوّل کے بعد کے قریبی مہینوں 'ماہنامہ نعت' کے اداریوں میں دیکھی جا سکتی ہے)۔

بقول علامہ اقبال

؎ شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

جب مجھے حفیظ تائب نے یہ خبر دی تو مَیں نے انہیں بھی صحیح صورتِ حال سمجھائی اور کچھ دنوں بعد راجا صاحب کے گھر اُن کی خیریت دریافت کرنے کے لئے میں حفیظ تائب کے ساتھ اُن کے گھر گیا تو مَیں نے راجا صاحب کو ان کی اس 'ادارتی دہشت گردی' کا (انہی لفظوں میں) شگفتگی کے انداز میں اظہار بھی کیا ــــــ راجا صاحب کی نعت کے باب میں جو خدمات ہیں بہت زیادہ اور فقید المثال ہیں اس کا ذکر مَیں نے اپنی ایک نظم میں بھی کیا ہے جو میری زیرِ ترتیب کتاب 'خراجِ تحسین' میں شامل ہے۔ یہ نظم میں نے ابوالحسن خاور کے ہاتھ انہیں بھجوائی بھی تھی جس پر انہوں نے شکریہ بھی ادا کیا تھا۔

راجا صاحب سے میرا تادم آخر نیاز مندانہ تعلق رہا ــــــ اس واقعہ کو میں ان کے

ایک لمحے کا سہو گردانتا ہوں بعض اوقات عجلت میں اپنی طبیعت کے کسی خاص پہلو کے سبب آدمی سے کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے جو اُسے اپنی رائے پر نظر ثانی کرنے سے روک دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے انا گزیدہ لمحوں میں کئے گئے عاجلانہ رائے دہی سے بچائے۔

مجھے افسوس ہے کہ ''برسبیل نعت'' میں پہلی بار ایک ایسی ذاتی بات کا اظہار ہو رہا ہے ماضی میں کبھی کسی سے اِس کا ذکر نہیں ہُوا ___ البتہ اس کا ایک فائدہ ہوا کہ میں لفظ محمد کے اعراب کے بارے میں متجسس رہا کہ مختلف خطوں میں اِس پر فتحتین یا اس کی درُودی عبارت میں تنوین کا کیا مقام ہے؟ ایک عمرے کے دوران میں نے کئی مقامات پر لفظِ محمد کو اسی رسم الخط میں دیکھا مثلاً

- محمدً :اسطوانہ (ریاض الجنّہ کے مختلف ستونوں) کے اوپر چھت کی قبہ نما گولائی میں لکھی آیات قرآنی کے کونے والے دائرے میں
- اللہ جل جلالہ: مسجد قبلتین میں محراب کے اوپر گول دائرے میں
- قل ھو اللہ احد: مسجد قبا کی محراب پر خوبصورت خطاطی میں ہر جگہ زیریں (دو دو) نمایاں ہیں...... میں تنوین بھی ہے جس کا فرق نمایاں طور پر نظر آتا ہے
- اللہً :اللہ کے لفظ پر...... اور ترکوں کے تعمیر کردہ حصہ حرم کی بیرونی دیوار پر اسمائے اصحابؓ کے اوپر
- کلمہ طیبہ میں حضرت محمد کے ساتھ وسط میں اللہ اور محمد پر زبریں اسی انداز میں لکھی گئی ہیں۔
- مسجد نبویؐ میں محراب والی دیوار پر اسمائے رسول مقبولؐ پر کئی الفاظ میں یہ زبریں نمایاں ہیں۔
- مسجد نبوی میں چھت پر لٹکتے سینکڑوں فانوسوں کی گولائی میں جہاں بھی کلمہ طیبہ لکھا

ہے۔ ہاں لفظ محمد پر دونوں زبریں اسی طرح اکٹھی لکھی ہوئی ہیں۔ عمرے میں مسجد نبوی اور مدینہ شریف کی زیارتوں میں اور بھی کئی جگہ خطّاطی میں زبروں کا ایسا املا دیکھنے کو ملا۔

پاکستان کی قومی اسمبلی کے باہر لکھے ہوئے اور افغانستان میں طالبان کے تازہ حکومت کے پرچم پر لکھے ہوئے کلمہ طیبہ میں لکھے لفظ محمد پر اِس املا کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اس بارے میں خطّاط مشرق نفیس رقم کی بھی ایک بات سنئے۔ جنہوں نے کتاب کے نام کی کتابیت کی تھی۔

سید نفیس الحسینی ایک عمرہ کے دوران میں حسنِ اتفاق سے مسجد نبویؐ میں ستونِ نعت (صحنِ مسجد کے پہلے رُو بہ قبلہ صحن) میں ملے اس مسئلہ پر اُن کی رائے پوچھی تو انہوں نے یہ عبارت رقم کروائی۔ (عبارت لکھنے والے ہمارے رفیقِ سفر عمرہ گورنمنٹ کالج فیصل آباد کے صدر شعبہ اسلامیات پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد طاہر ہیں جو 'التجوید' رسالے کے مدیر ہیں اور جنہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے 'فن تجوید' پر پی ایچ ڈی کی ہے (ان کے مقالے کی ایک عکسی نقل مسجد نبوی میں موجود اصحابِ صفہ کے چبوترہ سے پچھلی طرف کی لائبریری میں موجود ہے الحمدللہ میرے پی ایچ ڈی کے مطبوعہ مقالے 'اردو میں نعت گوئی' (مطبوعہ ۱۹۹۱ء) کو بھی یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ اس لائبریری میں موجود ہے_)

سید نفیس رقم صاحب نے 'خط ثلث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کے محلِ اعراب کا مسئلہ' کے بارے میں کہتے ہیں۔

> ''خط ثلث میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ بر حروف ح اور م پر جو دو زبریں آتی ہیں۔ انہیں الگ الگ حروف پر لکھنے کی بجائے اکٹھا لکھا جاتا ہے۔ جس پر بعض ناواقف حضرات کو تنوین کا گمان گزرتا حالانکہ فتحتین اور تنوین میں نمایاں فرق ہے۔ فتحتین میں

ہر زبر کو کھینچ کر اوپر نیچے لکھا جاتا ہے۔ وہ زبریں عام طور پر
پورے لفظ پر سایہ کرتی نظر آتی ہیں اُن کے درمیان تنوین کے
مقابلے میں فرق زیادہ ہوگا بلکہ بعض اوقات تشدید کو بھی کاتب دو
زبروں کے درمیان لکھتے ہیں۔ بڑے کش والی یہ زبریں ہی اس
خط کا حسن ہیں، تنوین میں ایسا نہیں ہوتا۔ ایک یہ کہ زبر کے
مقابلے میں وہ کشیدہ نہیں بلکہ مختصر ہوتی ہیں دوسرے وہ یکساں
طوالت رکھتی ہیں۔اوراس میں زیادہ سے ایک قط کا فرق ہوسکتا
ہے۔

جبکہ دو لفظ محمد کے فتحِسبن میں طوالت تنوین کی نسبت بہت زیادہ
اور بھاری ہوتی ہے۔ ...... اس کا محلِ اعراب لفظ کا حرفِ آخر
ہوتا ہے کیونکہ تنوین کبھی درمیان حرف پر نہیں آتی ہے۔
مجموعہ 'اللھم صلی علی محمد' جو خط ثلث میں لکھا گیا ہے اس میں اس
خط کے آدابِ اعراب کے مطابق دو زبریں دی گئیں ہیں انہیں
تنوین پڑھنا درست نہ ہوگا۔

جناب ڈاکٹر محمد طاہر صاحب کے الفاظ میں ستون نعت حرم نبوی شریف
ناچیز نفیس الحسینی دارو مسجد نبوی شریف مدینہ منورہ
۵ جمادی الاول ۱۴۱۹ء ۲۶/اگست ۱۹۹۸ء''

بات زیادہ طویل ہوگئی لیکن مجھے اب تک ____ (اب واقعہ کو تیئس برس گزرنے
کے بعد بھی اس بات پر) حیرت ہے کہ ایک ایسا بڑا نعت آشنا، کتابت اور خطاطی کے رموز کا
واقف ایسے خودساختہ اعتراض کو مشتہر کرسکتا ہے۔

ایسے کئی اعتراض آئے دن دیکھنے کو ملتے ہیں جو لاعلمی سے یا شعوری طور پر کسی مسلک یا مذہبی جماعت سے انسلاک یا عدمِ انسلاک کے سبب دیدہ دانستہ اٹھائے جاتے ہیں اور جن اعتراضات کا مقصد خلط مبحث پیدا کر کے نعتیہ منظر نامے میں غبار اڑانے اور انتشار پیدا کرنے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے نعت کی صنف محض ایک شعری صنف نہیں یہ اپنے لکھنے والے، پڑھنے والے اور خصوصاً رائے دینے والے سے ایک احترام آگاہ ادب آمیز ڈسپلن اور قرینے کا تقاضا کرتی ہے۔

جہاں تک نعت کے بارے میں مشورہ اور اصلاح کا تعلق ہے اس بارے میں کسی ہچکچاہٹ میں نہیں رہنا چاہیے نعت جب لکھ لی جاتی ہے تو ایک لحاظ سے وہ ناعت کی ہوتی ہوئے بھی وسیع تر حوالے سے پورے سماجی عمل کا حصہ بن جاتی ہے اگر لکھنے والا کسی جگہ کسی 'معنوی لکنت' یا 'اظہاری تذبذب' کو محسوس کرے تو اسے اپنے کسی قریبی رفیق یا نعت آشنا شخص سے مشورہ کرنے میں متردد نہیں ہونا چاہیے مشورہ دینے والے کو بھی 'مشورہ مومن کی امانت' (مفہوم) کی حدیث پیش نظر رکھتے ہوئے اخلاص سے لکھنے والے کے 'تخلیقی مزاج کے مطابق مشورہ دینے سے گریز نہیں کرنا چاہتے 'تخلیقی مزاج' سے مراد لکھنے وال کی استعداد، اسلوب اور ذخیرۂ الفاظ وغیرہ کے فطری لوازمات ہیں بعض جگت استاد اپنے مبتدی اور نوآموز شاعروں کے کلام کو اپنے فاضلانہ مشوروں سے بہت بوجھل بنا دیتے ہیں کہ انہیں 'اصلاح' سے سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے اس میں محتاط رہنا چاہیے۔

شاعر یعنی نعت گو کے لئے ضروری نہیں کہ وہ مشورے کو بعینہٖ قبول بھی کرے مشورہ گو کی ذمہ داری کسی خامی یا نقص کی نشاندہی ہے اِسے اخلاص سے دیئے گئے مشورے کا اجر ملے گا کہ وہ یہ کام نعت کی صنف لئے کر رہا ہے باقی کام لکھنے والے پر چھوڑ دے وہ جس حد

تک مشورہ قبول کر سکے یہ اُس کی مرضی ــــ مشورہ دینے والے کو اُسے اِسی لالچ اور طمع کے حد تک مشورہ دینا چاہیے ـــ یہ کام ایک قرض کی طرح اتارنا اُس کے لئے فرض ہے، قدرت نے اسے بہتر ذہنی استعداد دی ہے اور وہ تخلیق و اظہار کے بہت سے مرحلے طے کر چکا ہے اسے خوش دلی اور خوش اسلوبی سے صلاح و اصلاحِ نعت کے کام میں شامل ہونا چاہیے بقول شاعر

کسی کی نعت جو اصلاح سے سنوارتے ہیں
یہ صدقہ اپنے ہنر کا کریم اتارتے ہیں

اصلاحِ نعت کے کریمانہ انداز میں شاعر کو تخلیقی مشورے دینا بھی شامل ہے اگر اصلاح کار یہ سمجھتا ہے کہ نعت گو نے کوئی اہم قافیہ چھوڑ دیا ہے اُس کے استعمال سے نعت میں ایک بہتر شعر کا اضافہ ہو سکتا ہے یا موجود ترکیب کو ذرا بہتر بنایا جا سکتا ہے تو اُسے ایسی تجاویز دینے میں بخل سے کام نہیں لینا چاہیے ایک اچھی نعت کی تخلیق ایک تعمیر کی طرح ہے اگر کوئی غلط لگی ہوئی اینٹ، صحیح ہو جائے یا اُس کے ہاتھ سے ایک نئی اینٹ اس پرانی اور غلط لگی اینٹ کی جگہ لگ جائے تو خوش گمان رہنا چاہیے کہ یہ اینٹ اس کی فردِ عمل میں حشر کے روز تابناک ہو گی یہاں میں پھر اِس بات کا اعادہ کرنا چاہتا ہوں کہ مری یہ گفتگو سماج میں اخلاص سے پیش گئے نعت پارے کے بارے میں ہے جو نعت کار کی ذاتی شہرت، اَنا، طلبِ زر کے احساس کے بغیر صرف اور صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے شیفتگی اور فدویت کے جذبے سے لکھی جاتی ہے ایسے نعت پارے ایک وسیع تر حوالے سے ایک بڑے سماجی عمل کا حصہ ہیں جن میں لکھنے، سننے، پڑھنے اور دہرانے والے سب شامل ہوتے ہیں ایسے تقدیسی فن پارے صدیوں کے تسلسل میں روشن اور بامعنی رہتے ہیں ہر آنے والا زمانہ ان میں اپنی کیفیات، تجربات اور واردات کے تلازمات شامل کرتا جاتا ہے اور اس کی

تاثیر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے علامہ اقبال نے اپنی معروف نظم 'مسجد قرطبہ' کے آخر میں یہ جو فرمایا ہے:

معجزہ فن کی ہے خون جگر سے نمود ___ یہ خونِ جگر شاعر کا ہوتا ہے ___ اگر یہ نہ ہوتو

نقش میں سب نا تمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

نقش ___ نغمہ ___ نعت ___ کوئی فن پارہ اِس محنت کے بغیر محض 'سودائے خام' ہے اس 'سودائے خام' کی پختگی کے لئے مخلصانہ نشاندہی نقائص اور 'صلاح و اصلاح' معاشرے میں دونوں روّیوں کی ضرورت ہے نعت کا سماجی عمل تبھی مکمل ہوگا جب اِن دونوں پہلوؤں کو ملحوظ رکھا جائے گا ہر وہ صنف اپنے تشکیل دَور میں ایسے رویّو ں سے گزرتی ہے نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں بھی تازہ واردان کو فکر مند اور احوط (بہت زیادہ محتاط) رہنے کی ضرورت ہے۔

صلاح و مشورہ کی گفتگو میں یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ کوئی بھی نعت گو جان بوجھ کر اپنے نعت پارے کو خراب کرنے کا سوچ نہیں سکتا نعت کا موضوع چونکہ نازک ہے اور یہ نزاکت یک پہلو نہیں ہمہ پہلو ہے موضوع، مضمون، خیال اور فکر کو شریعت کے دائرے میں رکھنا اور اُس کی پیشکش میں ___ قوافی اور ردیف کی موزونیت اور درست استعمال کی کوشش ___ قرآنی الفاظ و آیات اور دوسرے (عربی، فارسی اور اردو) الفاظ کے تلفّظات کا خیال ___ املا کے مسائل وغیرہ ___ زبان و بیان کے قرینوں کو ممکن حد تک شائستگی میں رکھنا ضروری ہے۔ ایک نو آموز نعت گو یا کسی بڑے شاعر سے بھی پورے مجموعے میں ایک دو مقامات پر کسی غلطی کا امکان ہوسکتا ہے۔ اس پر رائے دیتے ہوئے ناقد کو اِس بات کا

احساس ہونا چاہیے کہ ایسی غلطی دیدۂ دانستہ کرنے کا کوئی سوچ ہی نہیں سکتا یہ سہو کتابت یا عجلت میں 'سپرد پریس' کیا گیا مسودہ یا نعت گو کی کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہوسکتا ہے مثلاً اسے کسی لفظ کے تلفظ کا علم ہی نہ ہو ____ یا اس کی توجہ کبھی اِس بارے گئی ہی نہ ہو ____ عمر اور صحت کے مسائل کے سبب بھی ہم لوگ کبھی اپنے نعت پارے پر اتنی توجہ صرف نہیں کرتے جتنی کرنی چاہیے ادبی حلقوں اور باخبر احباب کی صحبتوں کے میسّر نہ ہونے سے بھی کبھی کبھار ایسی اغلاط سرزد ہو جاتی ہیں

نعت ____ چونکہ دوسری اصناف سے مختلف صنف ہے اس لئے یہ لکھنے والے کی طرح اپنے پڑھنے اور سننے والے سے اسی بات کی توقع رکھتی ہے کہ اگر اِس میں بظاہر کوئی کمی یا سقم نظر آئے تو شائستگی سے اِس کی نشاندہی کر دی جائے میں اوپر کہی گئی بات کو پھر دہراؤں گا کہ کوئی بھی نعت گو جان بوجھ کر اپنی تخلیق میں فکری یا فنّی غلطی نہیں کرتا اگر سہواً کسی سے ہو جائے تو واقفانِ حال کے لئے ضروری ہے کہ کسی قرینے سے شاعر کی توجہ ادھر مبذول کرا دے قرآن کریم کے فرمان **و فی اموالکم حق للسائل والمحروم** (سورہ الذاریات: آیت نمبر ۱۹) مال و دولت کے لئے تو ہے ہی لیکن یہ فرمان اپنے توسیعی مفہومات میں صاحبانِ استطاعت کے (علمی، لسانی، جسمانی وسائل وغیرہ) دوسری صلاحیتوں کو بھی محیط ہے یوں اگر کوئی نو آموز ہے تو اس کی معذوری بجائے خود معاشرے پر اس کا حق قائم کر دیتی ہے کہ اس سے تعاون کیا جائے اُس کے 'عذر' کی توہین نہیں ہونی چاہیے نہ اسے نظر انداز کیا جانا چاہیے اگر اُس کی مخلصانہ خواہش ہے کہ وہ بارگاہِ مصطفویٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی تحفۂ نعت پیش کرے تو اُس کے ساتھ مقدور بھر تعاون کریں یہ بھی یادگار رہے کہ یہ اُس پر احسان نہیں اس کا حق ہے یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اِس 'حق' کی تشہیر یا تکرار بہ شکلِ احسان ____ بہت نامناسب ہے ایسا احسان جتانا دل آزاری اور گناہ ہے ادھر کبھی خیال بھی نہیں جانا

چاہیے اگر آپ نے کسی کا تلفظ ٹھیک کر دیا ہے کسی نعت گو کا کوئی کسی مصرع یا شعر درست کر دیا ہے تو یہ وہ 'نیکی' ہے جو اُسی لمحے فراموشی کے دریا میں ڈال دینی چاہیے۔ احسان جتانے کے لئے نہیں ہوتا اصلاحِ نعت کے ذیل میں ایسا سوچنا بھی گنہ شمار ہو سکتا ہے۔

ویسے تو دنیا کے ہر کام میں مشورہ و اصلاح کی ہمیشہ گنجائش اور ضرورت ہوتی ہے لیکن نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اُس کی خاص اہمیت ہے نعت کی صنف کا ایک بنیادی تقاضا یہ ہے کہ تخلیق سے پیشکش تک کے مرحلوں میں مشورہ طلب کرنے میں کوئی عار نہ محسوس کی جائے اور مناسب صلاح دینے میں خسّت اور تساہلی سے بھی کام نہ لیا جائے مشورہ و اصلاح کا عمل دو طرفہ عمل ہے مانگنے والے اور دینے والے دونوں طرف سے ذمہ دارانہ رویوں کا اظہار و احترام ملحوظ رہنا چاہیے۔ نعت کے ساتھ سچی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ جو ارمغانِ عقیدت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں اس کی فکری و فنی صحت کا ہر پہلو سے جائزہ لیں اور اگر کسی لفظ، مصرع، شعر یا خیال کے بارے میں کوئی احتمال، خدشہ یا گمان ہے تو کسی دوسرے سے مشورہ کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں اور اگر حلقۂ احباب میں کوئی فرد ایسا ہو جو اس شعر کے بارے میں کسی ایسی رائے کا اظہار کرے جو توجہ طلب ہو تو اس پر نظر ثانی کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں ہونی چاہیے نہ اسے اپنی انا کا مسئلہ بنانا چاہیے یہ بات دونوں طرف سے پیش نظر رہنی چاہیے کہ حضور اکرمؐ کی شان میں یہ نعت پارہ لکھا گیا ہے اسے ہر حوالے سے موزوں ہونا چاہیے ___ اِس اعتبار سے نعت نگاری اسلامی معاشرے میں اہلِ ادب کی ایک اجتماعی ذمہ داری بھی بن جاتی ہے کہ وہ ہر مرحلہ پر احباب سے تعاون طلب اور احباب اُن کے معاون رہیں نعت نویسی سے نعت نگاری تک ___ تازہ نعت گوؤں کو درپیش کئی مرحلے ہوتے ہیں حسّاس نعت کار جتنے بھی پختہ کار اور ماہر ہو جائیں کبھی کبھار انہیں بھی کسی مشورہ گو کی ضرورت پڑ جاتی ہے یا پڑ سکتی ہے

اس حوالے سے علامہ اقبال اور مولانا گرامی کی خط و کتابت کا مطالعہ مفید مطلب ہو گا سینکڑوں اوراہلِ قلم بھی ہیں جو بعض الفاظ اورافکار کے بارے میں ہمیشہ اپنے احباب سے مشورہ طلب رہے ہیں نعت کا مسئلہ اَنا سے بڑا ہے تخلیقِ نعت کے کسی مرحلے پر شاعر کوکسی لفظ وخیال اور اُن کے استعمال کے بارے میں کوئی الجھن، وسوسہ یا اشتباہ ہوتو اسے دور کرنے کے لئے کسی صائب الرائے یاواقفِ کار سے پوچھنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیے۔

مشورہ دینے والا اگر اپنے کسی مشورے سے نعت میں کسی تلفظ، لفظی یا فکری سقم کو دُور کرسکتا ہے تو اسے بخل سے کام نہیں چاہیے نہ اُسے سرسری سمجھ کر ٹالنے کی کوشش کرنی چاہیے وہ ایک بڑے کام میں (تخلیق وتہذیبِ نعت) شامل ہورہا ہے اُسے ایک سعادت سمجھ کر کسی مبتدی کے مسئلہ کو حل کرنے کی مخلصانہ کرشش کرنی چاہیے۔نو آموز اور پختہ کار دونوں میں اخلاص کے رشتے کو مستحکم رکھنا چاہیے نعت کا مسئلہ دراصل اتنا احترام طلب اور احتیاط خواہ ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑا پختہ کار بھی بعض معاملات میں اپنے آپ کو مبتدی ہی سمجھتے رہے۔

اسی ذیل میں یہاں ایک اورسوال بھی پیدا ہوتا ہے وہ کسی نعت پارے میں کسی لفظ، املا، تلفظ، قافیہ وردیف کے استعمال کے سقم کے بارے میں نشاندہی یاکسی خیال کے بارے میں یا کسی مضمون کے حوالے سے اعتراض کا ہونا ہے اِس میں نشاندہی کرنے والے کو بہت محتاط ہونے کی ضرورت ہے بقول میاں محمد بخش (مصنف سیف الملوک)

مر مر کے اک شعر بناون، مار وٹہ اک بھَن دے
دنیا اُتّے تھوڑے رہ گئے، قدر شناس سخن دے

(شعر کہنے والا مرمر کے یعنی محنت کے ساتھ شعر کہتا ہےاور دوسرا اُس کی محنت سے بنائے ہوئے شیشے کورائے دیتے ہوئے پتھر مار کرتوڑ دیتا ہے ___ دنیا میں شاعری کے قدر

شناس کم رہ گئے ہیں۔مفہوم)

اِن دنوں مختلف ویب سائٹس اور گروپوں میں ہونے والی نعتیہ تنقیدی نشستوں میں کبھی کبھار ایسی صورت حال دیکھنے کو مل جاتی ہے کہ معترض، اعتراض کرنے میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں اور نعت کے سیاق وسباق اور فکری پس منظر پر غور کئے بغیر ایک دم اس پر اعتراض کر دیتے ہیں بعض رسائل کے 'گوشہ خطوط' میں بھی بعض اوقات عجلت میں دی گئی آرا پر غیر ذمہ دارانہ روّیوں سے سے خواہ مخواہ ایک مسئلہ یا ادبی ولسانی نزاع کھڑا کر دیا جاتا ہے۔آج کل واٹس ایپ گروپ اور فیس بک پیج اور حلقوں میں ایسے خلطِ مبحث اور فکری و لسانی تنازعات کی کئی مثالیں مل جاتی ہیں اردو ادب کے تذکروں اور تاریخوں میں اساتذہ کے درمیان ایسی کئی دلچسپ بحثیں اور جھگڑے مہینوں تک چلتے رہے ہیں بلکہ اس کے اثرات شاگردوں میں نسل درنسل بھی تازہ رہے ___ نعت کا مسئلہ چونکہ ادب کی دوسری اصناف سے مختلف ہے اِس لئے اِس میں سوال اٹھانے (تنازع کھڑے کرنے) والے کو اختلافی مسئلہ کے بارے میں ضروری سوچ بچار کے بعد شائستگی کے ساتھ اظہار سقم کرنا چاہیے بعض اوقات جلد بازی میں (بغیر ضروری وتحقیق ومطالعے کے) اٹھائے گئے اعتراض نعتیہ مباحث کی فضا کو غبار آلودہ کرنے کا سبب بنتے ہیں مناسب ہوگا اگر ایسی کسی صورت حال میں معترض، دوسرے فرد سے زبانی یا فون پر وضاحت طلب کرے اگر ایسا ممکن نہیں تو اعتراض تحریر میں لانے اور اسے خبر کے طور پر تحریری انداز میں مشتہر کرنے سے پہلے کسی قریبی دوست یا صائب الرائے سے اس مسئلہ کے بارے میں پوچھ گچھ کر لے۔مَیں نے بڑے بڑے نعت کاروں کو بے جا اعتراض پر غصے میں آتے دیکھا ہے۔نعت کے ضمن میں کسی لسانی سہو کو اپنی اَنا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے اگر کوئی اخلاص کے ساتھ کسی نعت پارے کے کسی فکری، لسانی یا فنی غلطی کی نشاندہی کرتا ہے تو شکریہ کے ساتھ اس کا اعتراض قبول کر

کے نعت پارے میں مناسب تصحیح و ترمیم کر لینی چاہیے نعت کی صنف دونوں طرف سے شائستہ رویوں کا تقاضا کرتی ہے یہاں ایک اور بات ذہن میں رکھیں اگر آپ کو کسی بات کے بارے میں یقین ہے کہ آپ صحیح ہیں اور دوسرا فرد یونہی اعتراض کر رہا ہے اور اس کا اعتراض لاعلمی کی بنیاد پر ہے تو فضا کو سازگار رکھنے میں آپ کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے ایک بار کی وضاحت کے بعد معترض کو اپنا خیال بنانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دینا مناسب نہیں اسے اس کا حال پر چھوڑ دیجئے بقول بھگت کبیر

مورکھ کو سمجھاوتے گیان گانٹھ کا جائے

کوئلہ ہوئے نہ اوجلا چاہے سومن صابن لائے

(لاعلم اور بے وقوف کو سمجھانا بے فائدہ ہے اِس میں اپنی عقل کا نقصان ہو جاتا ہے کوئلہ کو اجلا بنانے کے لئے سومن صابن بھی لگا دیا جائے تو وہ اجلا نہیں ہوگا)

افسوس ہے کہ نعتیہ حلقوں میں بھی گروہی اور مسلکی وابستگیوں کے سبب بعض اوقات کا مناسب، غیر منطقی اور بے حقیقی اعتراضات پر سوال جواب اور عمل ردعمل کا ایسا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو ایک ادبی نزاع کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور جس کی بنیاد کسی فرد کی محض ذاتی اَنا ہوتی ہے اُس سے بچنا چاہیے۔ یہاں مجھے بیدل کا ایک شعر یاد آ رہا ہے اِسی پر گفتگو ختم کر رہا ہوں۔

نغمۂ ہا بسیار بود امّا ز جہلِ مستمع

ہر قدر بے پردہ شد، در پردۂ ہائے ساز ماند

......O......

۸

اقسام اور اسالیب

نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صنف کا تعلق موضوع سے ہے اِس کے لئے کسی خاص شعری ہیئت کی پابندی نہیں اگر چہ اِس کا زیادہ اظہار غزل کی ہیئت میں ہُوا اور ہو رہا ہے لیکن یہ کسی بھی صنف میں ہو سکتی ہے۔ اردو نعت کی روائت میں بیسوں شعری اصناف میں نعت کے نمونے مل جاتے ہیں نظم، آزاد نظم، پابند نظم، مثنوی، رباعی، قطعہ، ترکیب بند، ترجیع بند، ہائیکو، مستزاد، سانیٹ، سی حرفی وغیرہ۔ یوں فردیات بلکہ یک مصرعی نعتوں سے یک کتابی نعت تک میں نعت لکھی گئی اور لکھی جارہی ہے۔ موسیقی کی مختلف قسموں (راگوں، آہنگوں مثلاً دادرا، ٹھمری وغیرہ) میں بھی نعتیہ کلام پرانے نعتیہ دیوانوں میں ملتا ہے۔ حافظ لدھیانوی مرحوم نے قومی ترانوں کی طرز میں نعتیہ ترانے بھی لکھے ہیں۔

آج کل موسیقی کے آہنگوں میں نعت نگاری نہ ہونے کے برابر ہے لیکن کہیں کہیں اب بھی ایسے نمونے مل جاتے ہیں۔ فیصل آباد کے ایک نعت نگار عبادت علی زاہد نے مختلف ۵۱ کے قریب راگوں میں نعتیں کمپوز کی ہیں۔ مجھے اُن کی زبانی یہ نعتیں سننے کا موقعہ بھی ملا اور مَیں نے کچھ ریکارڈ بھی کی ہیں ــــــ لیکن یہ ایک مختلف دنیا ہے جس کا میں اپنے آپ کو اہل بھی نہیں پاتا لہٰذا اِس کی باریکیوں کے بارے میں کچھ کہنے سے قاصر ہوں۔ یہاں صرف نشاندہی مقصود ہے کہ نعت کی ایک قسم راگوں میں بھی نظر آتی ہے۔

’نعت کی قسمیں‘ ـــ کے عنوان سے مَیں نے اپنے پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے (’اردو میں نعت گوئی‘ مطبوعہ ۱۹۹۱ء، اقبال اکادمی پاکستان لاہور) میں صفحہ ۴۱ سے ۵۶ تک موضوع، پیشکش، مقصدِ تخلیق اور زمانی اعتبار سے نعت کے مختلف انداز اور اسالیب کی نشاندہی کچھ ایسے کی گئی ہے

o موضوعاتی نعتیں ــــــ موضوع کے اعتبار سے نعت کی بہت سی قسمیں ملتی ہیں

ہماری پرانی شاعری میں سراپا نگاری کی ایک اہم روایت رہی ہے اِس کے اثرات نعت پر بھی پڑے۔مولینا احمد رضا خاں بریلوی کی معروف نعت

ے مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام　　　شمعِ بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

/ ۱۶۷اشعار پر مشتمل یہ قصیدہ اردو زبان کا مقبول نعتیہ قصیدہ ہے اِس سلام میں سراپائے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تحسین و درُود کے ساتھ ایک منفرد انداز میں پیش کیا گیا ہے۔اس سلام میں سراپائے اطہر کے ساتھ اوصاف وصفات محمدی کا بیان ہے شاعر نے بنی نوع انسان پر آپ کے فیوض و برکات کو بھی سلام کا حصہ بنالیا ہے۔

O سیرتی نعتیں ___ سراپا نگاری کے ساتھ نعت کی ایک بڑی قسم آپ کی سیرت مبارک کے حوالے سے بھی تخلیق ہوئی ہے آپ کی ولادت مبارک کے موضوع سے دیکھیں تو ہمیں آپ کی عمر مبارک کے ہر حصہ پر سینکڑوں شکلوں میں نعتیں ملتی ہیں اردوئے قدیم کے نعتیہ نمونوں میں 'نامہ' کی مناسبت سے لکھنے جانے والے منظوم اور نظم ونثر کے امتزاج سے لکھنے جانے والے جداگانہ اور ملے جلے واقعات سیرت پر مختلف انداز کے نعت نامے مل جاتی ہیں۔اردو نعت کے ابتدائی اثاثے ، میلاد نامے، مولود نامے، غزوات نامے، جنگ نامے، معجزات نامے، سفرنامے وغیرہ بیسوں طرح کے 'نامے' مل جاتے ہیں جن میں نثر کے ساتھ نعتیہ اشعار بھی مختلف ہیئتوں اور اصناف میں نظر آتے ہیں۔

O رسمی نعتیں ___ دیوان، مثنوی یا کسی منظوم داستان کے شروع میں محض شعری روائت کے طور پر چند نعتیہ اشعار لکھنا اس روائت کو غیر مسلم شاعروں نے بھی نبھایا۔

O حقیقی نعتیں ___ رسمی نعت کے برعکس حقیقی نعت گہرے شغف ،توجہ اور جذب وانہماک سے لکھی گئی ۔نعت جس میں نعت کو ایک ادبی صنف سخن کے طور پر لکھا جاتا ہے اور اس صنف کو ایک ادبی وفنی معیار عطا کرنے کی سنجیدہ کوشش کی جاتی ہے اور شاعری کے

کلاسیکی سرمائے میں محسن کاکوری اس کی موثر مثال ہیں۔

نعت کی ان دو بڑی قسموں (رسمی اور حقیقی) کا اگر اُن کے محرّکات و مقاصد تخلیق، موضوعات اور ان کی پیشکش کا طریقہ اور اثرات کے حوالے سے تجزیہ کیا جائے تو نعت گوئی کے انداز کا تنوع اور اس کے اسالیب کی رنگارنگی کا پتہ چلتا ہے۔ ان میں کچھ نمایاں اسالیب اور اندازیوں ہیں۔

(۱) عشقیہ اندازِ نعت

نعت کا یہ انداز حضور اکرمؐ کی سیرت مبارکہ کی صفت وثنا، آپؐ کے جمال ظاہری وباطنی کی مدح، آپؐ کے اخلاقِ حمیدہ، صداقت، امانت، سخاوت، حلم، حیا، احسان، رحمت وغیرہ کی تعریف آپؐ کے معجزات کی ستائش اور آپؐ کے پیغام نبوت و فیضانِ رسالت کی توصیف سے عبارت ہے۔ اس انداز کی نعتوں میں آپؐ کے ان اسمائے مبارکہ کا جن کا ذکر قرآن مجید احادیث نبوی اور کتبِ سابقہ میں آتا ہے کثرت سے استعمال ہوتا ہے اور آپؐ کی سیرتِ اقدس کے روشن واقعات، آپؐ کی سیرت و کردار کے ممتاز پہلوؤں اور بنی نوع انسان پر آپؐ کے احسانات و برکات کے حوالے سے آپؐ کی تعریف اور مدح کی جاتی ہے۔

تخلیقِ نعت کے پس منظر میں کارفرما محبت رسولؐ کا جذبہ اس انداز کی نعتوں میں بین السّطور رہتا ہے۔ اور اِس بھرپور طریقے سے نعت کے پیکر میں منقلب نہیں ہوتا جس طرح آپؐ کی مدح وثنا اور آپؐ کے اسمائے صفات کا تذکار اظہار پذیر ہوتا ہے۔ اس اندازِ نعت کی مثال میں 'مسدس حالی' کے وہ نعتیہ بند پیش کیے جاسکتے ہیں جن میں عالمِ بشریّت پر حضورِ اکرمؐ کے فیوض و برکات اور آپؐ کے احکامات وتعلیمات کا ذکر وتوصیف آپ سے اظہار محبت اور بیان شیفتگی کی مناسبت سے زیادہ ہے۔

(۲) توصیفی اندازِ نعت

توصیفی اندازِ نعت سے مختلف نعت کا ایک پسندیدہ انداز عشق رسولؐ کے والہانہ تجربات وواردات کے اظہار سے عبارت ہے۔ اس انداز کی نعتوں میں آپؐ کی مدح وتوصیف پر آپؐ سے محبت وشیفتگی کا جذبہ غالب رہتا ہے اور آپؐ کی ستائش وثناء کی نسبت آپؐ کی ذات پاک سے وابستہ جذبات واحساسات اور واردات قلبی کا ذکر زیادہ ہوتا ہے۔

نعت کا یہ انداز جذب وشوق اور کیف وسرمستی میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ شاعر نہ صرف آنحضرتؐ سے اپنی والہانہ شفتگی کا اظہار کرتا ہے بلکہ آپؐ کے صحابہ کرامؓ، آپؐ کا زمانہ معاشرت اور آپؐ کے متعلقات لباس، پسینہ، نعلین مبارک وغیرہ کا بھی محبت سے ذکر کرتا ہے۔ مسجد نبوی کی فضا، گنبد حضراء، روضہ مبارک کی جالیاں، مواجہ شریف پر درود وسلام کے پُرکیف منظر کا احترام وعقیدت سے بیان کرتا ہے۔ آپؐ کے شہر مدینہ منورہ کے در ودیوار گلی کوچے سنگ وخشت اور خار وخس کو دنیا جہان سے افضل جانتا ہے۔ خاک مدینہ کو اپنے لیے کحل بصر خیال کرتا ہے، اور شہر کے ماحول وفضا کو جنت سے بڑھ کر سمجھتا ہے۔ سگانِ مدینہ سے اپنی نسبت ٹھہراتے ہوئے بھی اسے شہرِ مقدس کی شان میں بے ادبی خیال کر کے منفعل ہوتا ہے۔

اس انداز کی نعت میں مدینے سے دُوری کا احوال، روضۂ رسولؐ پر حاضر ہونے کا بے پایاں شوق، لوگوں کو روضۂ رسولؐ کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر اپنی بے بسی کا ذکر، دربار رسولؐ میں مرنے کی شدید تڑپ اور خواہش کا اظہار اور محبت رسولؐ کے مظہر اسی طرح کے دوسرے احوال قلبی کا بیان ملتا ہے۔ وارواتِ عشقِ رسولؐ سے متعلقہ دلی جذبات کے بھرپور اظہار کے سبب اس انداز کی نعتوں کی فضا پُرکیف اور روح پرور ہوتی ہے اور پڑھنے والے پر ایک خاص تاثر چھوڑتی ہے۔

ثانوی حیثیت میں تو نعت کا یہ انداز کم وبیش ہر تخلیقی نعت نگار کے ہاں کسی نہ کسی جذبہ وشکل میں نظر آتا ہے۔ مگر علامہ بوصیری، مولانا جامی، بیدم وارثی، مولانا احمد رضا خان، علامہ اقبال، بہزاد لکھنوی، حفیظ تائب اور حافظ مظہر الدین کی نعتوں میں آنحضرتؐ سے محبت کا یہ انداز کافی نمایاں اور مؤثر طریقے سے اظہار میں منقلب ہوا ہے۔

(۳) غزلیہ اندازِ نعت

اصناف شعر میں وہ صنف جس نے فارسی اور اردو کے شعراء کو سب سے زیادہ متاثر کیا غزل ہے۔ غزل و تغزل کے اثرات نعت پر بھی پڑے، یوں ایجاز و اختصار، رمز و ایما، اشارہ و کنایہ اور غزل کی دوسری خصوصیات نعت میں بھی دَر آئیں یوں نعت میں حضورؐ سے محبت کے ذکر اور آپؐ کی توصیف کے بیان پر غزلیہ انداز کی گہری چھاپ بھی نظر آتی ہے۔

غزلیہ اندازِ نعت میں نعت کے موضوع و منصب کے مقابلے میں لوازمات غزل کا التزام زیادہ نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اِس انداز کی نعتوں میں ایسے شعر بھی مل جاتے ہیں جنہیں اگر نعت کے عنوان سے پیش نہ کیا جائے تو اِن پر نہ صرف غزل کا گمان بلکہ یقین ہوتا ہے۔ ایسی نعتوں میں شاعر کا محرک و مقصد اگرچہ نعت ہی کی تخلیق ہوتا ہے، مگر غزل گوئی کی روایت سے دیرینہ وابستگی اور غزل کے مزاج کی ایک مخصوص تربیت اور اُس کے اثرات کے سبب اِس طرح کی نعت پر تغزل کا رنگ چھا جاتا ہے۔ کسی کسی شعر میں نعتیہ مضامین ضرور نظر آتے ہیں مگر مجموعی طور پر فن پارے کی فضا نعت میں رچی بسی نظر نہیں آتی۔

اس اندازِ نعت کی قسم میں مشہور نعت کی مثال دی جاسکتی ہے جو امیر خسرو کے نام سے منسوب ہے اور جس کا مطلع اور مقطع درج ذیل ہے:

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم
بہر سو رقصِ بسمل بود شب جائے کہ من بودم
خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمدؐ میرِ مجلس بود، شب جائے کہ من بودم

اس نعت کو قریباً ہر مجموعۂ نعت میں نعت کے عنوان سے منتخب کیا گیا ہے حالانکہ اِس کی مجموعی فضا نعت کی نہیں بنتی، یہ غزل نما نعت غزل کے معروف علائم و رموز اور تغزل کی مانوس کیفیت میں رچی بسی نظر آتی
ہے اور صوفیانہ انداز کی ایک خوبصورت غزل ہے مگر اس کے مقطع کے علاوہ اس میں نعت

کا مضمون اور ماحول کسی دوسرے شعر میں نظر نہیں آتا۔

اردو نعت کی تاریخ میں غزلیہ اندازِ نعت کی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں۔ نعتیہ دواوین میں خاص طور پر غزل کے طرز و اسلوب میں لکھی گئی نعتوں کی کثرت نظر آتی ہے جن میں نعت کے کیف و اثر پر تغزل کا رنگ، غزل کا مخصوص ذخیرۂ الفاظ، علائم و رموز اور تغزل کی دوسری کیفیات غالب طور پر موجود ہیں۔

(۴) مقصدی اندازِ نعت

نعت کی تخلیق و ترویج میں مقصدیت کے تصوّر نے اِسے ایک مقصدی انداز سے روشناس کیا۔ ہر زمانے کے نعت گو شعراء نے نعت کو اپنے زمانے کی ضروریات اور درپیش مسائل کے مطابق کسی نہ کسی مقصد کے حصول کے لیے استعمال کیا۔ ابتدائے اسلام ہی سے نعت دفاعِ پیغمبرؐ اور تبلیغِ اسلام جیسے اعلیٰ مقاصد سے منسلک ہو گئی تھی۔ دربارِ رسالتؐ سے وابستہ شعراء نے اِسے نہ صرف یہ کہ دشمنانِ اسلام کے خلاف ایک مؤثر ہتھیار کی حیثیت سے استعمال کیا بلکہ اِس کے ذریعہ تبلیغِ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔ حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت کعب بن زہیرؓ نعت کے سلسلہ کی پہلی صف کے وہ سربرآوردہ شاعر ہیں جنھوں نے کفارِ مکہ کی اسلام دشمنی حضورِ اکرمؐ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں بدگوئی اور ہجو کے خلاف مورچہ سنبھالا۔ اپنے کلام کو غزوات کے موقع پر اسلامی لشکر کی فتوحات کا احوال شہدائے اسلام کی بہادری اور اِن کی موت پر رثائی خیالات کا اظہار اسلام اور پیغمبرِؐ اسلام کی فضیلت و برتری کا بیان اور قبولِ اسلام کے لیے آنے والے وفود سے مبارزت طلبی جیسے اہم اور اعلیٰ مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنایا۔

عہدِ نبویؐ کے بعد عصرِ حاضر تک یہ صنف کسی نہ کسی ذاتی، معاشرتی و ملی اور آفاقی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے استعمال ہوئی اور ہو رہی ہے۔ نعت میں مقصدیت کی نوعیت کا تجزیہ کیا جائے تو اِس کے درج ذیل چار پہلو سامنے آتے ہیں:

انفرادی، معاشرتی، ملّی اور آفاقی مقاصد____ یعنی شعراء کا اپنی تطہیر ذات اور پاکیزگی نفس کے لیے نعت کی طرف رجوع کرنا خصوصاً تصوف سے شغف رکھنے والے شعراء کا صلوۃ وسلام کے ذریعے حصولِ ثواب اور حضور اکرمؐ سے عقیدت ومحبت کے اظہار کے حوالے سے آپؐ کی شفاعت طلبی کے لیے کوشاں ہونا۔نعت کے ذریعے معاشرے کی اصلاح، اسلامی تصور حیات کی نشر واشاعت اور اسلام کی تبلیغ وغیرہ۔نعت میں حضور اکرمؐ کی ذات ، تعلیمات اور پیغام محبت واخوت کے حوالے سے مختلف نسلی ،لسانی، جغرافیائی گروہوں میں بٹی ہوئی امتِ مسلمہ میں اتحاد ویگانگت کی دعا اور استغاثہ وغیرہ۔ایک مثالی انسان، رہنما، قائد اور محسنؐ انسانیت کے حوالے سے مختلف اقوام عالم اور بنی نوع انسان میں حضور اکرمؐ کے آفاق گیر پیغام، عالم وموجودات پر آپؐ کے فیضان وبرکات کے تذکار مبارک سے فروغِ خیر وامن کی کوشش وغیرہ۔

ذاتی اصلاح سے لے کر تبلیغِ اسلام کی آفاق گیر مساعی تک کے مقاصد نعت میں جس سلیقے سے پیش کیے گئے اور کیے جا رہے ہیں۔ اِس کی اعلیٰ ترین مثال کلام اقبالؒ میں دیکھی جا سکتی ہے۔اُن کے کلام میں جس والہانہ شیفتگی اور اعلیٰ فنی محاسن کے ساتھ نعت کے موضوعات قلمبند ہوئے ہیں وہ انہی کا حصہ ہے۔اُن کے ہاں محامد ومحاسن رسول اکرمؐ کے علاوہ آپؐ ہی کی ذات بالا صفات کے حوالے سے توحید، حفظ ایمان ویقین، پابندی ارکان اسلام، اعلائے کلمۃ الحق ، امر بالمعروف نہی عن المنکر ،ظلم وستم اور فسق وفجور پر بے باک تنقید سعی وعمل کی تلقین ، مایوسی وناامیدی کے خلاف جہاد، عباد الشیطان کیخلاف غزوہ وجہاد کی تاکید، اخلاص وقناعت، غیرت وخودداری صبر استقامت، ذکر وفکر کا اتحاد وغیرہ کم وبیش ایسے تمام مقصدی موضوعات ملتے ہیں جن کا تعلق فرد، معاشرہ، ملت اور بنی نوع انسان کی اصلاح سے ہے۔

(۵) تاریخی اندازِ نعت

نعت کا ایک مقبول انداز تاریخی بھی ہے۔اس طرح کی نعت میں حضور اکرمؐ کی سیرت

وسوانح کا واقعاتی انداز میں ذکر کیا جاتا ہے۔اور آپؐ کی مدح کے ساتھ ساتھ نہ صرف آپؐ کی سیرت کے اہم واقعات بلکہ آپؐ کے زمانے میں عرب کی عمومی حالت کا ذکر معاشرت وتمدن کا احوال اشاعت اسلام کے سلسلے میں غزوات وفتوحات کا تذکرہ اور تاریخ اسلام کے دوسرے اہم واقعات وشخصیات کا بیان بھی ملتا ہے۔

(۶) نعت میں استمدادو استغاثہ کا انداز

نعت کا ایک اہم اور مشہور انداز حضورؐ کی جناب میں اپنے حالات اور درپیش مسائل اور مصائب وآلام اور مشکلات کا اظہار کر کے اُن سے مدد طلب کرنا ہے۔حضور اکرمؐ سے استغاثہ اور استمداد اور آپؐ کے حضور فریاد اور مشکل کشائی وحاجات روائی کے لیے آپؐ کی بارگاہ رحمت میں فریاد کا موضوع، آغاز نعت ہی سے نعت کے اجزائے ترکیبی میں شامل رہا ہے۔ ہر عہد ملک اور زبان کے شعراء نے رفع مشکلات، شفائے امراض، حصول مقاصد اور مصائب ومسائل سے نجات حاصل کرنے کے لیے سید کونینؐ کے حضور اپنی عرض داشت پیش کی ہے۔

(۷) نعت میں صلوٰۃ وسلام کا انداز

نعت کا ایک اور مقبول انداز حضورؐ پر درود اور سلام وصلوٰۃ بھیجنے سے متعلق ہے جیسا کہ محرکات نعت کے ذیل میں مذکور ہے۔آپؐ پر درود وسلام بھیجنا حکم خداوندی ہے اور ایک اعلیٰ عبادت ہے۔سورۃ احزاب کی آیت ﴿اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ (آیت ۵۶) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسولؐ پر ایمان والو رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو ﷺ نے سلام وصلوٰۃ کو نعتیہ مضامین میں ممتاز مقام کا حامل بنا دیا ہے۔حصولِ ثواب اور شفاعت طلبی کے جذبہ نے نعت میں سلام وصلوٰۃ کو ایک مستقبل موضوع کے طور پر رواج دیا شاعروں نے حضور اکرمؐ کی بارگاہ میں سلام لکھنے اور پڑھنے کے نئے نئے اسلوب وضع کیے۔کبھی نعت کے ہر مصرعہ کا آغاز سلام سے کیا اور کبھی سلام کو ردیف کے طور پر استعمال کیا۔اوّل الذکر سلاموں

میں حفیظ جالندھری کا:

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوبؐ سبحانی
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی

اور ماہر القادریؒ کا:

سلام اُس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

اور مؤخر الذکر سلاموں میں مولانا احمد رضا خانؒ کا:

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

قابل ذکر ہیں۔ صوفی اکبر میرٹھی وارثی کا درج ذیل سلام بھی مقبول ہے۔

یا نبیؐ سلام علیک　　یا رسول سلام علیک
یا حبیبؐ سلام علیک　　صلوٰتُ اللہ علیک

حافظ لدھیانوی نے مصرع بہ مصرع ؎ ثنا اُسؐ کی .... سے آغاز کر کے ایک طویل ثنائیہ نعت بھی لکھی ہے اس طرح سینکڑوں شاعروں نے درُود کو ردیف بنا کر درودیہ نعتیں لکھی ہیں۔

زمانی اعتبار سے نعت کے اسالیب

مطالعۂ نعت کے دوران ہمیں دو نمایاں اسلوب ایسے بھی دکھائی دیتے ہیں جو زمانی اثرات و اعتبار سے ایک دوسرے سے نمایاں حد تک مختلف ہیں۔ ان میں ایک نعت کا قدیم اسلوب ہے۔ اور دوسرا نعت کا جدید اسلوب۔

(ا) قدیم اسلوب نعت:

یہ اردو نعت کا قدیم اور پہلا عمومی انداز ہے جو زیادہ تر آغاز اردو کی نعتیہ منظومات

(میلاد نامے، معراج نامے، وفات نامے وغیرہ سے لے کر تقریباً انیسویں صدی کے وسط تک لکھی جانے والی نعتوں میں مروج و مستعمل رہا۔ اس انداز کی نعت میں روایتی اور رسمی رنگ کا غلبہ ملتا ہے۔ موضوعات میں شاعر کی زیادہ تر توجہ نُورِ محمدی اور ولادتِ رسول اکرمؐ کے اذکار اور معجزات وغزوات کے بیان کی طرف رہتی ہے اور آپؐ کی ذاتِ اقدس کے بشری پہلوؤں کا ذکر کم ہوتا ہے، نیز قانون وآئین عدل وانصاف، سیاست وریاست اور اخلاق وتعلیم کے حوالے سے بنی نوع انسان کے لیے آپؐ کی خدمات وغیرہ کا بیان اوّل تو نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے اور کہیں ملتا بھی ہے تو سرسری انداز اور ثانوی حیثیت میں زیادہ زور ولادت، غزوات اور معجزات پر ہی دیا جاتا ہے۔

(۲) جدید اسلوبِ نعت:

نعت کے دورِ جدید کا آغاز حالی سے ہوتا ہے۔ 1887ء کی جنگ آزادی کے بعد پھیلتے ہوئے سائنسی، سماجی علوم اور بدلتے ہوئے سیاسی ومعاشرتی حالات کے تحت حضور اکرمؐ کے بارے میں بیان واظہار کے پیرائے اور اسلوب میں بھی نمایاں تبدیلی رونما ہوئی۔ اب نعت میں حضورِ اکرمؐ کی پیمبرانہ شان کے ساتھ ساتھ ایک انسانِ کامل کے طور پر آپؐ کی بشری خصوصیات اور معاشرت وتمدن میں آپؐ کے انقلاب آفریں اقدامات واصلاحات وغیرہ کے تذکار کو فروغ ملا۔ مولانا حالی کی مسدّس میں اس اسلوبِ نعت کے اوّلین نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔ حالی کے بعد تخلیقی اپج رکھنے والے معیاری نعت گو شعراء کے ذریعے اس اسلوب نعت کو فروغ ملا۔

جدید اسلوب نعت میں حضور اکرمؐ کی سیرت وسوانح کو مستند حوالوں اور صحت مند روایات کی روشنی میں قلم بند کیا گیا۔ نیز پیام رسالت اور مقصدِ رسالت، تمدن معاشرت پر آپؐ کے احسانات اور بنی نوع انسان کے لیے آپؐ کی تعلیمات پر مبنی ضابطۂ حیات کے تعارف وتذکار کی طرف توجہ دی گئی۔ جدید نعت گو شعراء کے ہاں محبتِ رسولؐ کی سرمستی اور آپؐ کی مدح وتوصیف کے ساتھ ساتھ آپؐ کی رسالت وبشریت کا زیادہ گہرے شعور سے

مطالعہ نظر آتا ہے۔

اس اسلوب نعت میں زبان و بیان کی شائستگی اور فن نعت کی پوری نزاکتیں ملتی ہیں موضوعات میں اضافہ کے ساتھ جدید دور میں نعت نئی اصناف شعر آزاد نظم، معرا نظم وغیرہ سے بھی روشناس ہوئی۔ یوں نعت کے ہیتی دائرے کو بھی وسعت ملی طویل نظموں اور کینٹو (Canto) کو نعت کے موضوع کے بیان واظہار کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔ مختصر یہ کہ نعت کے جدید دور میں حضورؐ کی ذات بابرکات کو عصری حوالوں سے دیکھنے کے ساتھ ساتھ نعت میں فنی اور ہیتی وسعت پیدا ہوئی۔

نعت کی مختلف اقسام اور اسالیب کا دائرہ وقت کے ساتھ پھیلتا جاتا ہے دوسری زبانوں کی مختلف شعری ہئیتیں جیسے جیسے اردو زبان اور شعریات سے روشناس ہوتی ہے۔ نعت نگاروں کو بھی دعوت فکر واظہار دیتی ہیں اسی طرح جیسے جیسے سائنسی انکشافات زمان و مکاں کے بارے میں تازہ کاری کے امکانات سامنے لا رہی ہیں غایت تخلیق اور رحمت للعالمینی کے دائرے کو بھی پھیلا رہی ہیں۔ سورہ الانبیا میں آیہ اِنَّـالَمُوْسِعُوْنَ (سورہ الذاریات: آیت ۴۷) کی سائنسی تشریحات میں جائے تو اِس کائنات کی وسعتوں اور لامتناہی جہتوں کا ایک سلسلہ سامنے آتا ہے۔ Expansion of the universe کے حوالے سے یہ اقتباس دیکھئے:

According to inflation theory, during the inflationary epoch about 10-32 of a second after the Big Bang, the universe suddenly expanded, and its volume increased by a factor of at least 1078 (an expansion of distance by a factor of at least 1026 in each of the three dimensions). This would be

equivalent to expanding an object 1 nanometer (10-9 m, about half the width of a molecule of DNA) in length to one approximately 10.6 light years (about 1017 m or 62 trillion miles) long. Cosmic expansion subsequently decelerated to much slower rates, until at around 9.8 billion years after the Big Bang (4 billion years ago) it began to gradually expand more quickly, and is still doing so. Physicists have postulated the existence of dark energy, appearing as a cosmological constant in the simplest gravitational models, as a way to explain this late-time acceleration. According to the simplest extrapolation of the currently favored cosmological model, the Lambda-CDM model, this acceleration becomes more dominant into the future.(wikipedia)

۲۵؍ دسمبر ۲۰۲۲ء میں خلا میں بھیجی جانے والی جیمز ویب سپیس ٹیلی سکوپ (James Webb Space Telescape) سے ملنے والے نتائج اور تصاویر ہماری زمین کے آغاز وارتقا کے بارے میں جو معلومات فراہم کررہی ہے وہ حیرت انگیز اور امکان افزا ہیں۔ ۱۶؍ ارب سال پہلے یہ کرۂ ارض کیا تھا؟ __ کیسا تھا گیسز، دھواں __ اِنہیں میں مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ کی زمین کے ابتدائی ہیولے اور نقشے کیا شکل وصورت رکھتے تھے؟ تازہ مضمون تلاش کرنے والے ذہنوں کے لئے اِن میں غایتِ تخلیقِ کائناتؐ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم، سرخیلِؐ احسنِ تقویم کے بارے میں بہت مواد ہے جیسے اہلِ فکر اور اہلِ مشاہدہ کے لیے حضورِ اکرمؐ کی ذاتِ گرامی قدر زمینوں اور زبانوں کے

تناظر میں لامحدود شان، عظمت، رفعت اور بے کراں وسعت رکھتی ہے اِسی طرح نعتیہ قالب میں ڈھالنے کے لیے تازہ کار اور نَو بہ نَو مضامین کی تلاش کرنے والے نعت نگاروں کے لیے اِس صنف کی اقسام اور اسالیب کی کوئی انتہا نہیں۔ بقول ولی دکنی

راہِ مضمونِ تازہ بند نہیں
تا قیامت کھُلا ہے بابِ سخن

بلکہ بعدِ قیامت بھی اِس کی کئی شکلیں امکان میں چہرہ بناتی ہے مثلاً

جو اُن کو دیکھ کر لکھنی ہیں ہوں گی کیسی نعتیں
وہ نعتیں جن کو جنت پر مؤخر کر رہے ہیں

میرے نعتیہ دیوان ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم''، مطبوعہ ۲۰۰۳ء (نعت اکادمی، فیصل آباد) میں ایک نعت ہے۔

شائستگی، خوش سلیقگی کے انداز تمام، سب سلیقے
فیضان ہے نعتِ شاہؐ کا یہ، آتے تھے مجھے یہ کب سلیقے؟
کچھ کہنے کو جب زباں ہلائیں، سو سو کریں حرف میں خطائیں
جب اشک کو ترجماں بنائیں، اظہار کے آئیں تب سلیقے
اُڑنے کو رہِ ہنر نہ پائیں، افکار بھی بال و پر نہ پائیں
ہم آپ تو کچھ بھی کر نہ پائیں، سکھلائے عطائے رب سلیقے
آئے جو زباں پہ نام اُن کا، ہو پیشِ نگاہ مقام اُن کا
ملحوظِ فن احترام اُنؐ کا، رَکھّے ہے بہ صد ادب سلیقے
لکنت زدہ طرز کے اندھیرے بھاگے، ہوئے اس طرح سویرے

کب خواب و خیال میں تھے میرے؟ جو نعت کے آئے اب سلیقے
اب تک کا ہنر گواہ میرا، یک سُو تھا رُخِ نگاہ میرا
اب آپ وہ خیر خواہؐ میرا، دکھلائے عجب عجب سلیقے
جبریلِ صدا جہاں نہ جائے، آہنگ ثنا وہاں سے لائے
کس طرح نئے نئے سُجھائے' مولا مجھے روز و شب سلیقے
ہیں نوعِ بشر کے سانس جتنے، انداز ہیں نعتِ شہؐ کے اتنے
کس طرح کوئی گنے کہ کتنے؟ لاریب ہیں سو کھرب سلیقے!
صد شکر، ریاضؔ ایسے شاعر کو ذوق دیا ثنا کی خاطر
مامورِ ثنا گری کیا پھر، بتلا دیئے فن کے جب سلیقے

اِس نعت میں نعتیہ شاعری کے امکانی پیراؤں اور اسالیب کی بات کی گئی ہے نعت کی اقسام اور اسالیب کے بارے میں یہ گفتگو اِسی نعت پر ختم کرتے ہیں۔ آنے والے زمانوں میں ہمارے تازہ کار ثنا نگار اور متجسس تخلیقی نعت نگار اِس صنف کی جانے کتنی نئی ہیئتی جہتیں اور موضوعاتی وسعتیں تلاش کریں گے۔

......O......

۹

انتخاب و پیشکش

(برسبیلِ نعت کے عنوان سے نعت رنگ میں جو سلسلہ گزشتہ کچھ شماروں سے چلا آ رہا ہے اس میں اس عنوان 'انتخاب اور پیشکش' کو سب سے آخر میں آنا تھا مگر پچھلے کچھ مہینوں میں بعض اجتماعات میں نعت خوانی اور نعت خوانوں کے کچھ تجربات ایسے ہوئے جن کے سبب اس موضوع کے بارے میں چند گزارشات پیش کرنے کی باری جلد آ گئی نعت کے دائرہ کا تخلیق سے ترسیل تک جن امُور ومسائل سے واسطہ پڑتا ہے اِن میں نعت خوانی آخری اہم مرحلہ ہے لہٰذا اس بارے میں کچھ ضروری باتیں اِس 'خود کلامی' میں آ گئی ہیں اس کے بغیر شاید یہ سلسلہ ادھورا رہتا)

نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں ایک مسئلہ اجتماعات میں نعت کے انتخاب اور پیشکش کا بھی ہے۔ اِس کا تعلق نعت خوانوں سے اور اُن نعت نگاروں سے ہے جو محافل میں اپنی نعت ترنم اور لحن کے ساتھ پڑھتے ہیں بظاہر یہ مسئلہ ہمارے زیرِ گفتگو (بلکہ خود کلامی) برسبیلِ نعت کا مسئلہ نظر نہیں آتا لیکن اگر نعت کے انتخاب اور پیشکش کے مسئلہ پر ذرا توجہ کریں تو فی زمانہ یہ مسئلہ بھی اہم اور توجہ طلب ہے نعتیہ مجالس، محافل، ریڈیو اور ٹی وی کے مشاعروں، سیرت کے سیمیناروں، کانفرنسوں اور اجتماعات میں قریباً گزشتہ نصف صدی کے میرے ذاتی تجربات سے اِس بارے میں کئی توجہ طلب امور سامنے آئے جن پر کچھ گفتگو ضروری ہے۔

-۱-

پہلا مسئلہ نعت کے انتخاب کا ہے۔ نعت خوانوں اور نعت کے شاعروں کو نعت کا

انتخاب موقع و محل اور وقت کی مناسبت سے کرنا چاہئے قرآن کریم کی تلاوت کے بعد نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام ہمارے اکثر اجتماعات کا لازمی حصہ ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ نعت خواں اجتماع کی مناسبت سے نعت کا انتخاب نہیں کرتے بلکہ اپنی کوئی معروف نعت پڑھنے پر بضدر ہتے ہیں۔

واضح رہے کہ اجتماعات کی کئی قسمیں ہوتی ہیں سیرت کی بین الاقوامی کانفرنسیں، ملکی، صوبائی یا ضلعی سطح کے سیمینار، یونیورسٹیوں، کالجوں اور تعلیمی اداروں کے اجتماعات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے مشاعرے وغیرہ اسی طرح مذہبی اداروں اور مسجدوں میں منعقد ہونے والی نعتیہ مجلسیں ہوتی ہیں۔ ____ بعض خاص مہینوں (ربیع الاوّل) راتوں (لیلۃ القدر، شب معراج وغیرہ) اور ایّام (محرّم، ذی الحج) کی مناسبت سے بھی محافل کا انعقاد ہوتا ہے۔نعتیہ محافل کا خصوصاً ربیع الاوّل میں اور عموماً سارا سال بعض لوگ گھروں میں بھی اہتمام سے کرتے ہیں۔ ____ اردو شاعری میں سینکڑوں نہیں بلکہ موقع و محل اور وقت کی مناسبت سے ہزاروں نعتیں دستیاب ہیں تاثیر آفرینی، محافلِ نعت کا مرکزی مقصد ہونا چاہیئے۔نعت خواں (اگر وہ شاعر خود ہو تو اُسے اور زیادہ) اِس بارے میں محتاط رہنا چاہیے۔ بقول کسے

؎ داند آں کہ فصاحت بہ کلامے دارد
ہر سخن جائے و ہر نکتہ مقامے دارد

(یہاں فصاحت کی جگہ تاثر، سخن کی جگہ ثنا اور نکتہ کی جگہ نعت پڑھیں تو میری بات زیادہ واضح ہو جائے گی۔)

جس طرح اجتماعات کی بیسیوں قسمیں ہیں اِسی طرح نعت خوانی کے بھی متعدد اسالیب ہیں۔ سیرتی نعتیں، سلام و درُود والی نعتیں، میلادیہ نعتیں، معراجیہ نعتیں، معجزاتی

نعتیں، علمی انداز کی نعتیں، شمائلِ حضورؐ کے حوالے سے لکھی گئی نعتیں، عوام کے لئے لکھی گئی سادہ انداز کی نعتیں وغیرہ وغیرہ۔نعت خواں کو موقع کی مناسبت سے نعت کا انتخاب کرنا چاہئیے۔نعتیں سبھی اچھی ہوتی ہیں لیکن بین الاقوامی کانفرنسوں اور گھروں میں منعقد کی جانے والی نعتیہ مجالس کے سامعین مختلف ہوتے ہیں۔کسی معروف فلمی طرز پر لکھی گئی نعت کسی گھریلو مجلسِ نعت میں تو بڑی مؤثر ہوسکتی ہے لیکن کسی بین الاقوامی کانفرنس میں اِسے پڑھنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔اسی طرح بعض عوام کی بہت پسندیدہ اور مقبول نعتیں سیرتی سیمینارز وغیرہ کے لئے مناسب نہیں۔یہ بات ذوق کی ہے اور نعت خواں کو اپنے ذوق کی تربیت کے لئے کوشاں رہنا چاہیئے۔

نعتوں کے کتاب میں پڑھنے اور مجلس میں سننے کے جداگانہ اثرات ہوتے ہیں اس کا بھی لحاظ رکھا جانا چاہیئے مثلاً ادیب رائے پوری صاحب کی ایک معروف نعت

خدا کا ذکر کرے ، ذکرِ مصطفےٰ نہ کرے

ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں' خدا نہ کرے

محافل میں جب اِسے پڑھا جاتا ہے تو نعت خواں اس کا پہلا مصرع عموماً تین بار پڑھتے ہیں اور پھر دوسرے مصرعے کو اِس کے ساتھ ملاتے ہیں ایسی صورت میں ___ ذکر مصطفےٰ نہ کرے ___ کی تکرار ایک اور طرح کا تاثر چھوڑتی ہے بلاشبہ شعر کا معنوی حسن بھی اِسی نکتہ میں ہے لیکن اگر دوسرا مصرع ایک بار پہلے پڑھ لیا جائے تو تاثر کی نوعیت زیادہ بہتر ہو جائے مَیں یہ لکھتے ہوئے خود اپنے موقف میں دلیل کی کمی محسوس کر رہا ہوں مگر یقین جانیے کہ ''ذکرِ مصطفےٰ نہ کرے'' کا یہ تکرار مترنم اظہار مطلوبہ تاثر کے بجائے ایک اور طرح کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور ذکرِ مبارک کے اظہار کی تکرار سے جو حسنِ تاثر پیدا ہوتا ہے وہ آپ کی کسی صفت کے منفی اظہار کی تردید سے پیدا نہیں ہوتا۔مَیں اپنی بات کی وضاحت پھر نہیں کر پا رہا لیکن اِن مصرعوں کے اوپر نیچے

کرنے سے تاثر میں تبدیلی ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔(مَیں نے یہ نعت ایک مجلس میں جس انداز میں، جس نعت خواں سے، جس وقت سنی اِس نعت کے مطلع سے پیدا ہونے والی کیفیت کے حوالے سے مَیں اِس بات کا اظہار کر رہا ہوں ورنہ یہ نعت نہ صرف ادیب رائے پوری صاحب بلکہ اردو کی معاصر نعتیہ شاعری میں ایک اہم نعت ہے واضح ہو کہ مَیں یہاں بات صرف نعت خواں کے مترنم لب ولہجہ کے حوالے سے کر رہا ہوں۔)اس انداز کی نعت کے ایسے مصرعوں کی تکرار کرتے ہوئے نعت خواں کو بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔اس موقع پر مجھے عبدالرحمٰن کیانی کی قائداعظمؒ پر لکھی ایک طویل نظم یاد آرہی ہے یہاں وضاحت کے لئے اِس کے طویل اقتباسات دہرانے کا وقت نہیں۔یہ نظم اگرچہ بڑی محبت اور جذبے سے لکھی گئی ہے مگر اس نظم میں اظہار کا فارمیٹ منفی صفات کی تردید ہے اور سننے والے پر یہ نظم اچھا تاثر نہیں چھوڑتی بہر حال یہ میرا اپنا خیال ہے دوسروں کا اس سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

اگرچہ بعض نعتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی اہمیت، تازگی اور تاثر مقام اور وقت سے ماورا ہوتا ہے وہ کسی بھی دن یا اجتماع میں پڑھی جائیں تو مؤثر ہوتی ہیں۔لیکن نعت خوانوں اور نعت نگاروں کو موقع ومحل اور اجتماع کی نوعیت کے اعتبار سے کلام کا انتخاب کرنا چاہیئے۔ربیع الاوّل، رمضان المبارک، معراج شریف کے ایّام میں اگر ان دنوں کی مناسبت سے نعتیں پڑھی جائیں تو زیادہ موؔثر ثابت ہوں گی۔یہاں موقع ومناسبت کے لحاظ سے ایک طویل فہرست پیش کی جاسکتی ہیں لیکن ممکن ہے وہ دوسروں کے ذوق کے مطابق نہ ہو کیونکہ ہر نعت خواں اور شاعر کا اپنا ایک مخصوص ذوق اور مزاج ہوتا ہے۔مگر یہاں اس امر کی نشاندہی بھی غیر مناسب نہ ہوگی کہ سیرتی کانفرنسوں میں فلمی طرز پر لکھی گئی نعتوں یا میلادیہ عوامی نعتوں مثلاً

ے سوہنا آیا تے سج گئے گلیاں بازار___ کی بجائے ے لوح بھی تو قلم بھی تو، ترا وجود

الکتاب۔۔۔جیسی نعتیں پڑھنا زیادہ مناسب ہے ورنہ یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کسی عوامی محفلِ میلاد میں ؎ سوہنا آیا تے سج گئےگلیاں بازار کی جگہ ؎ لوح بھی تو قلم بھی تو، ترا وجود الکتاب پڑھنا۔۔۔مختصراً ہر نعت کے پڑھنے کا موقع محل ہوتا ہے اس پر توجہ رکھنی چاہیئے۔

بعض نعت خواں اپنی نعت کا پہلا مصرع پڑھتے ہی سامعین کو بھی اپنے ساتھ ترنم کے ساتھ پڑھنے اور ٹیپ کے مصرعے سے ہم آہنگ رہنے کی دعوت دیتے ہیں۔گھریلو نعتیہ مجلسوں اور عوامی محفلوں میں تو یہ اچھا لگتا ہے کانفرنسوں اور سیمینارز میں یہ مناسب نہیں۔

۔۲۔

انتخاب کے بعد دوسرا مسئلہ نعت کی پیشکش کا ہے جس کا تعلق ساؤنڈ سسٹم سے ہے اس میں اہم بات یہ ہے کہ جگہ کمرہ، ہال یا کھلے میدان کے حوالے سے سپیکرز کا اہتمام ہونا چاہیے بعض اوقات ایک چھوٹے سے کمرے میں محفلِ نعت منعقد ہو رہی ہوتی ہے جہاں ساؤنڈ سسٹم / سپیکرز وغیرہ کی ضرورت ہی نہیں ہوتی مگر اہلِ خانہ یا منتظمین بضد ہوتے ہیں کہ سپیکرز ضرور لگائے جائیں اور وہ بھی بڑے بڑے جو ظاہر ہے سامعین پر خوشگوار اثرات ڈالنے کی بجائے اپنی بلند آہنگی کے سبب بہت قریب بیٹھے ہوئے سامعین کے لئے تکلیف کا سبب ہوتے ہیں منتظمین کی توجہ اس طرف دلائی جائے تو اکثر جواب یہ ہوتا ہے کہ ساؤنڈ سسٹم منگوا بیٹھے ہیں اب اِسے استعمال تو کرنا ہی ہے خیال رہنا چاہئے کہ کمرے اور کھلے میدان کے لئے سپیکرز ایک جیسے نہیں ہوتے ساؤنڈ سسٹم والوں کو اپنے پیسے بنانے ہوتے ہیں لہٰذا وہ محفل کے لئے زیادہ سے زیادہ سپیکرز یا بڑے سپیکرز بھجوا دیتے ہیں___ اسی طرح مائیک کا مسئلہ بھی بعض اوقات محفل کے تاثر میں حارج ہوتا ہے یا تو مائیک درست نہیں ہوتا یا اُسے ٹھیک فاصلے پر فکس نہیں کیا جاتا کئی جگہوں پر روسٹرم اور نعت خواں کے درمیان میں سٹینڈنگ مائک کھڑا کر دیا جاتا ہے یہ بظاہر معمولی باتیں محفلوں

کے تاثر کی خرابی کا باعث بنتی ہیں بار بار مائیک کو بدلنا اور آگے پیچھے کرنا بدمزگی کا سبب بنتا ہے مائک اگر روسٹرم کے سامنے والے حصے پر مناسب طریق سے فکس ہو تو بہتر ہے یوں بار بار اِس کی جگہ بدلنے کی ضرورت نہیں ہوتی کئی محفلوں میں آخر تک مائیک خصوصاً ہینڈ مائیکروفون سیٹ نہیں ہوتا محفل کے دوران میں اِسے آن آف اور اس کی آواز کم اور زیادہ کرنے میں ہی کافی وقت لگ جاتا ہے۔

سپیکرز کی سب سے اچھی شکل یہ ہے کہ وہ چھوٹے ہوں مناسب فاصلے پر ہوں اور نمایاں نہ ہوں بیرونی ممالک میں سپیکرز کو نمایاں نہیں کیا جاتا بڑے ہالوں میں مناسب فاصلوں پر دیواروں کے ساتھ اکثر تصاویر یا کسی ستون کی اوٹ میں ___ کھلے میدانوں میں پودوں اور گملوں وغیرہ میں انہیں پوشیدہ اور ملفوف (Muffled) رکھا جاتا ہے سامعین کی سیٹوں سے مناسب فاصلے پر ___ ساؤنڈ سسٹم کے حوالے سے ہماری محفلوں میں ایک بڑا مسئلہ اِیکو یا آواز کی بازگشت کا ہے قرآن کی تلاوت اور نعت خوانی میں ساؤنڈ سسٹم کو احتیاط سے کنٹرول میں رکھنے کی ضرورت ہے کئی مساجد میں جہری نمازوں کی قرآت کے دوران میں آخری الفاظ کی آٹھ سے دس بار تک کی تکرار بہ آسانی سنی جا سکتی ہے مثلاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے م م م م۔۔۔۔۔ کی تکرار آتی رہتی ہے جس سے آیاتِ قرآنی کی بے ادبی کی صورت پیدا ہوتی ہے نعت خوانی میں بھی ردیف کے آخری حصہ کی تکرار ہوتی رہتی ہے یہ مناب نہیں شاید فلمی گانوں یا انسٹرومینٹل میوزک میں اِس سے کوئی خاص صوتی تاثر پیدا کرنا پسندیدہ قرار دیا جاتا ہو مگر قرآن کی قرأت اور نعت خوانی میں تو کسی لفظ یا لفظ کے کسی حصے کی صوتی تکرار بے ادبی کے علاوہ ذوقِ سلیم پر بھی گراں گزرتی ہے۔

واضح رہے کہ آواز ___ طبیعات کا ایک باقاعدہ شعبہ ہے جس کے مختلف پہلوؤں اور پیشکش کے ذریعوں پر ہر سال کروڑوں ڈالرز کی سرمایہ کاری ہوتی ہے

ایک کمرے سے ایک وسیع پنڈال، میدان یا لاکھوں کے اجتماعات میں آواز کے ثمرات کوکس طریقے سے پہنچانا ہے اس کے بارے لاکھوں مضامین اور ہزاروں کتابیں موجود ہیں اگر نعت خواں یا نعتیہ اجتماعات کا انعقاد کرانے والے آلاتِ آواز (مائیک سپیکرز وغیرہ) استعمال کرنے پر بضد اور آرزومند ہیں تو اِس سسٹم کو سمجھنے کی بھی کوشش کرنی چاہیئے اگر چہ یورپی ممالک میں ان کا استعمال زیادہ تر موسیقی کے لئے ہوتا ہے لیکن لیکچرز، تقاریر وغیرہ کے لئے بھی اِن کا استعمال عام ہے حرمینِ شریفین میں ان آلات کا استعمال بہت مؤثر طور پر ہو رہا ہے۔ امام صاحبان کی قرأت اور خطبات کی آواز اس قرینے اور شائستگی سے ہر مقتدی اور سامع تک پہنچتی ہے کہ ایک ایک لفظ حرمین کے ہر گوشے اور کونے میں بغیر کسی رکاوٹ کے بخوبی اور بہ آسانی سنا جاتا ہے۔ آواز کے خوشگوار تاثر اور شور میں کیا فرق ہے؟ ہمارے اکثر نعتیہ اور میلادی بزم آرا (Event Organizers) اس سارے سلسلے سے بے خبر ہیں ایک چھوٹے کمرے اور وسیع وعریض پنڈال میں لاؤڈ سپیکرز کی سیٹنگ کے فرق سے بالکل بے بہرہ ___ ہمارے ہاں سٹیج کے اوپر صدر اور مہمانِ خصوصی کے دائیں بائیں دو بڑے سپیکرز رکھ دیئے جاتے ہیں جن کی وہاں قطعاً ضرورت نہیں ہوتی سامعین اور سپیکرز کا درمیانی فاصلہ ضرورت کے مطابق نہیں ہوتا ساؤنڈ سسٹم والے کی مرضی بلکہ دستیاب تاروں کی لمبائی پر ہوتا ہے جن سپیکرز کو سامعین سے پچاس فٹ دُور ہونا چاہیئے وہ عام طور پر سامعین پر جھکے ہوتے ہیں یہاں مطلوبہ لمبائی کی تاروں کی کمی کے ساتھ منتظمین کی عقل کی کمی اچھی خاصی نعت کے تاثر کو ناقابل برداشت شور میں بدل دیتی ہے۔

ترنم کے ساتھ نعت پڑھنا اور سننا خوشگوار اور سکون بخش تاثیر سے وابستہ عمل ہے غیر ضروری سپیکرز کے ذریعے اسے ناقابل برداشت نہیں بنانا چاہیئے۔

ایکو سٹیک کیمسٹری (لحن کاری) باقاعدہ ایک فن ہے آواز کی ایک اکائی Decibel کہلاتی ہے کمروں کی لمبائی اور چوڑائی کی مناسبت سے سپیکرز کا استعمال ہونا چاہیے اس کے سکیل (Scales) کے مطابق پینل لگا کر کمروں میں آواز کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ سامعین کے لئے خوشگوار تاثر کا حامل بھی بنایا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ خوشگوار آواز کے پیمانے کی اکائی 70-80 ڈیسیبل تک ہے۔ 150 پر کانوں کے پردے پھٹ سکتے ہیں اور 185 سے 200 پر انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے اس پچ پر قرآن کریم کی تلاوت بھی سامع کے لئے تکلیف دہ اور مہلک ہے انسانی کان اور سپیکر میں مناسب تاثیر بخش فاصلہ بہت ضروری ہے کھلے میدانوں میں بڑے سپیکرز سامعین سے دُور ___ مناسب فاصلوں پر ہونے چاہئیں اگر کچھ قارئین اس کا عملی نمونہ دیکھنا چاہیں تو نیٹ پر معروف یونانی ہارمونسٹ یانی (Yaani) کی اُس پرفارمنس کو دیکھیں جو اس نے تاج محل (آگرہ) کے وسیع سبزہ زار میں پیش کی ____ آواز کے اتار چڑھاؤ کی تفصیلات معروف آواز سائنس دان جوہن کولڈر (John Colder) کے لیکچرز سے لی جا سکتی ہیں جو نیٹ پر دستیاب ہیں۔

نعت پڑھنا اور اپنے لحن سے اس کی تزئین کرنا ایک بڑا مبارک اور موثر عمل ہے لحن میں سنی جانے والی نعت سے مفاہیم کے بھی کئی دَر کھلتے ہیں سامع کے دل میں گداز اور جذباتی گھلاؤ میں کیفیات پیدا ہوتی ہیں مرزا غالب کے یہ شعر آواز اور لحن گر کی اسی کیفیت کی نشاندہی کرتے ہیں۔

ڈھونڈے ہے اُس مغنیٔ آتش نفس کو جی
جس کی صدا ہو جلوۂ برق فنا مجھے

جاں کیوں نکلنے لگتی ہے تن سے دمِ سماع
حیراں ہوں کیا دھرا ہے یاں چنگ و رباب میں

نعت کے ذیل میں (چنگ و رباب کے بغیر) آواز سامعین کو متاثر کرتی اُن کے دلوں کو گرماتی اور دماغوں کو روشن کرتی ہے۔

ہمارے نعت خوانوں کو خارجی آلاتِ آواز کی بجائے اپنے باطن میں سوز اور گداز کی تلاش، فراہمی اور دوسروں تک اُس کی خوشگوار ترسیل پر زور دینا چاہیئے ۔ یہ سارا عمل ایک مکمل ضابطے کا پابند ہے۔ اچھا کلام، صحیح تلفظ، الفاظ کی دَروبست کی صحیح ادائیگی ، دستیاب آلاتِ صدا مستزاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ منتظمین کو اِس بارے میں 'کشف المحجوب' کا وہ باب پڑھ لینا چاہیئے جو سماع کے آداب سے متعلق ہے سرراہے، بازاروں میں اور نمازوں کے اوقات میں نعتیہ مجالس کا انعقاد نہیں کرنا چاہیئے ۔

نعت خواں اور اُن کے چُنویّا (روپیہ جمع کرنے والے) کو مجلس کے صوتی بہاؤ میں مزاحم نہیں ہونا چاہیے بعض نعت خواں نعت خوانی کے دوران بعض بے جا تفصیلات دینی شروع کر دیتے ہیں ایسی تقریر نما وضاحتیں ____ کیمرے کی طرف دیکھنا اور کیمرہ مین کو اپنی طرف متوجہ کرنا، روپے اکٹھے کرنے والے کا بار بار آگے سے گزرنا ____ یہ سارے امورِ مجلس کے تاثر کو ضائع کرتے ہیں۔ ریا سے پڑھی گئی نماز کو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک سے تعبیر کیا ہے تو ریا اور نمائش سے کیا گیا اور کوئی عمل کیسے پسندیدہ ہوسکتا ہے؟ نعت خواں کو حرص سے بچنا چاہیئے عوام میں اِس کے بارے میں یہ تاثر نہ ہو کہ وہ نعت صرف روپے پیسے کے لئے پڑھتا ہے۔ بقول شاعر

نیازی پھوک دے دولت اوہ، جیہڑی
نبیؐ دے نام تے واری نہ جاوے

(نیازی وہ دولت جلا دے جو حضورؐ کے نام پر واری نہ جائے) اس قسم کے اشعار مجلس میں اِس نیّت سے نہیں پڑھنے چاہیں کہ لوگ اپنی جیبیں خالی کرنے کو کارِثواب سمجھیں یاد رہے کہ اعمال کا دارو مدار نیّت پر ہے ____ اگر نعت خواں کی نیت ہی حصولِ زر ہے تو وہ اِس کے نتیجہ پر خود غور کر سکتا ہے ____ افسوس ہے ہمارے ہاں نعت خوانی کے نام پر نعت فروشی ہو رہی ہے اس سے حتی الامکان گریز کرنا چاہئے۔

نعت خوانوں کو اپنے معاملات پر بھی توجہ دینی چاہیے کیا حرج ہے اگر وہ نعت خوانی کے عمل (کاروبار؟) سے حاصل ہونے والی رقم کا ٹیکس بھی دے دیا کریں وہ ملک جس کی ہواؤں اور جس کے باشندوں کے لیے وہ نعت خوانی کر رہے ہیں، وہ ٹیکس کے ذریعے انہیں کچھ سہولیات بہم پہنچانے کا ذریعہ بھی بن جائیں نیز جن شاعروں کے کلام سے وہ اپنا کاروبارِ نعت خوانی چمکا رہے ہیں کبھی اُن کے بارے میں حقیقت پسندیدہ ردّعمل کا مظاہرہ بھی کر لیا کریں اگر نعت نگار فوت ہو چکے ہیں تو اُن کے نام پر کچھ صدقہ وخیرات کر دیا کریں تا کہ اُن کے کلام کی قرات کے صدقہ جاریہ سے ان کو ثواب پہنچتا رہے سیّدنا حسّان بن ثابتؓ اور امام بوصیریؒ سے لے کر مولینا حالیؒ، شیخ سعدیؒ، مولینا احمد رضا خاںؒ کے نام پر صدقہ وخیرات کی جانے والی رقم کا نہ صرف نعت خوانوں کو بھی ثواب پہنچے گا بلکہ اِس باب میں اُن کی عدم توجہی اور غفلت کا ازالہ بھی ہو جائے گا اِسی طرح جس علاقے میں مجلس برپا ہوتی ہے اپنی 'آمدنی' کا کچھ حصہ اس کی کسی مسجد کو بھی دے دیا کریں تو یہ بھی اُن کے لئے بہت بہتر ہوگا۔

-۳-

ایک مسئلہ مجالس میں پڑھی جانے والی نعتوں کے نعت نگاروں کے حوالے کا بھی ہیں جس کا نعت خواں عام طور پر خیال نہیں رکھتے۔ نعت خواں، کسی کی نعت پڑھتے ہوئے

اگر شاعر کا نام معلوم ہو تو وہ بتا دیا کریں مگر کوئی غلط نام نہیں لینا چاہیئے اس سے کئی بدگمانیاں پیدا ہو جاتی ہیں ایسا ہی ایک واقعہ سنیں۔ پروفیسر غازی علم الدین اپنی کتاب تخلیقی زاویے میں لکھتے ہیں:

''تاریخ یاد نہیں، مگر فروری ۲۰۱۶ء کے پہلے عشرے کی بات ہے کہ مجھے دہلی سے ممتاز ادیب جناب عظیم اختر کا فون آیا انہوں نے فرمایا کہ کل کسی پاکستانی ٹی وی چینل پر نعت خواں عبدالروف روفی نے ایک نعت پڑھی جس کے دو شعر یہ ہیں:

اللہ مرے رزق کی برکت نہ چلی جائے   دو دن سے مرے گھر کوئی مہمان نہیں ہے
ہر لفظ کو سینے میں بسا لیں تو بنے بات   طاقوں میں سجانے کو یہ قرآن نہیں ہے

عبدالروف روفی نے اِن شعروں کو ڈاکٹر ریاض مجید کی طرف منسوب کیا ہے جب کہ میرے علم اور مشاہدے کے مطابق یہ ڈاکٹر ماجد دیوبندی (وائس چیئر مین اردو اکیڈمی دہلی، بھارت) کے شعر ہیں جناب عظیم اختر نے مجھے یہ ذمّہ داری سونپتے ہوئے کہا کہ آپ تحقیق کر کے بتائیں کہ یہ اشعار ڈاکٹر ریاض مجید کے کس نعتیہ مجموعے میں ہیں؟ میرے پاس ڈاکٹر ریاض مجید صاحب کی نعتیہ شاعری پر مشتمل کوئی کتاب نہیں تھی۔ مَیں نے مثال پبلشرز فیصل آباد کے مالک محمد عابد سے رابطہ کر کے یہ معاملہ ان کے سامنے رکھا اور اُن سے ڈاکٹر صاحب کی کتابیں طلب کیں۔ انہوں نے جھٹ سے نیٹ کا سہارا لیا اور مجھے بتایا کہ یہ اشعار تو ماجد دیوبندی کے ہیں۔ فروری ۲۰۱۷ء میں جناب ڈاکٹر ماجد دیوبندی نے مجھے اپنی مطبوعہ شاعری بھیجی تو اُس میں ان اشعار کو دیکھ کر راقم کا یقین، عین الیقین میں بدل گیا۔''

(’تخلیقی زاویے: پروفیسر غازی علم الدین، مطبوعہ مثال پبلشرز فیصل آباد، ۲۰۱۷ء، صفحہ نمبر ۲۳۰)

جانے کتنے دنوں بعد غازی صاحب کی بھیجی ہوئی کتاب کے اس صفحہ پر میری نظر پڑی تو مَیں بہت حیران ہُوا یہ نعت خواں تو خیر کئی سالوں سے مجھے نظر ہی نہیں آئے مَیں نے غازی صاحب کو فون پہ کہا کہ حضرت آپ اِس بارے میں پریشان ہو کر اِدھر اُدھر فون کرتے رہے آپ مجھ سے ہی پوچھ لیتے آپ کے پاس میرا فون نمبر تو ہے ہی ــــــ خیر مَیں نے وضاحت سے انہیں بتا دیا کہ یہ نعت خواں کی غلط بیانی ہے۔ روفی میری کئی نعتیں اکثر محافل میں پڑھتے ہیں اُن کی کئی سی ڈیز بھی ریلیز ہو چکی ہیں میرا دُور دُور تک ان شعروں سے کوئی تعلق نہیں۔ میری مطبوعہ چھ سات نعتیہ کتابوں میں اس زمین میں بھی کوئی نعت نہیں جس سے کوئی ایسا اشتباہ پیدا ہو ــــــ یہ نعت خوانوں کی کرشمہ سازیاں ہیں کہ وہ ایک نعت میں بعض اوقات قوالوں کی طرح گرہ بندی کرتے رہتے ہیں اور موقعہ و محل کے مطابق اشعار کا اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ نعت خوانوں کی انہی ’غلط بخشیوں‘ کے سبب

- نمی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم ــــــ امیر خسرو سے،
- پریشانم پریشانم پریشاں یارسول اللہ ــــ مولانا جامی سے،
- بلبل ز تو آموختہ شیریں دہنی را ــــ مولانا جامی سے اور
- نسیما جانب بطحا گزر کن ــــ والی نعت مولانا جامی سے منسوب چلی آ رہی ہیں۔

نعت خوانوں کو نعت نگار کا حوالہ دیتے ہوئے ذمّہ داری کا ثبوت دینا چاہئے ’حق الیقین‘ حاصل کرنے والے ناقدین کو بھی چاہئے کہ اپنی تحقیق کا آغاز نعت خوانوں کے مجلسی بیانات سے نہ کیا کریں۔ اگر شاعر تک اِن کی رسائی ممکن ہو تو اُس سے ہی صورت حال کی وضاحت کر لیا کریں۔

-۴-

بعض محافل کی ترتیب میں یہ 'بوالعجبی' نظر آتی ہے کہ مجالس میں صدر اور مہمانِ خصوصی کو سٹیج پر بلانے سے پہلے نقیب حضرات تلاوتِ کلامِ پاک اور نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھواتے ہیں اور اُس کے بعد کسی نعتیہ محفل، تقریبِ رونمائی یا نعتیہ نشست کا آغاز کرتے ہیں یہ مناسب نہیں۔ تقریب کوئی بھی ہو سٹیج کی شخصیات کو سٹیج پر دعوت دے کر تلاوت و نعت کا آغاز کرنا چاہیے۔

......O......

حوالہ جات

---

۱)۔ نعت ــــ 'موضوعِ محض' سے 'معجزۂ فن': ''نعت رنگ'' کراچی، شمارہ ۲۲
۲) برسبیلِ نعت ـ الفاظ وتراکیب: ''نعت رنگ'' کراچی، شمارہ ۲۵
۳)۔ برسبیلِ نعت ـ تلفّظ واملا: ''نعت رنگ'' کراچی، شمارہ ۲۶
۴)۔ برسبیلِ نعت ـ تحقیق وتنقید: ''نعت رنگ'' کراچی، شمارہ ۲۷
۵)۔ برسبیلِ نعت ـ فقہی مسائل اور مسلکی گروہ بندیاں: ''نعت رنگ'' کراچی، شمارہ ۲۹
۶)۔ برسبیلِ نعت ـ ردیف وقافیہ: ''نعت رنگ'' کراچی، شمارہ ۳۰
۷)۔ برسبیلِ نعت ـ اعتراضات واختلافات اور صلاح ومشورہ: ''نعت رنگ'' کراچی، شمارہ ۳۱
۸)۔ برسبیلِ نعت ـ اقسام واسالیب: ''نعت رنگ'' کراچی، شمارہ ۳۲
۹)۔ برسبیلِ نعت ـ انتخاب وپیشکش: ''نعت رنگ'' کراچی، شمارہ ۲۸

......O......

اختتامیہ

والسّلام

'برسبیلِ نعت' کے عنوان سے یہ تحریریں 'نعت رنگ' (مرتبہ: صبیح رحمانی) کے لیے لکھی گئیں اِن کی نوعیت باقاعدہ مضامین کی نہیں، نہ اس میں کسی حوالہ جاتی التزام کوملحوظ رکھا گیا ہے آپ اِنہیں نعت کے ضمن میں سرسری گفتگو سے تعبیر کر سکتے ہیں۔'برسبیلِ نعت' پر لکھے گئے مختلف خیال پارے نعت کی صنف کے سٹرکچر کے حوالے سے ہیں۔ اِن کا تعلق زیادہ تر نعت کی صنف کے خارجی پہلو (الفاظ، تراکیب، اقسام وغیرہ) سے ہے۔نعت کا بڑا حصہ جو اِس صنف کے مضامین اور موضوعات سے متعلق ہے اُس کا 'برسبیلِ نعت' میں بہت کم ذکر ہُوا۔اُس کے لیے علاحدہ ایک کتاب کی ضرورت ہے۔

نعت کے موضوعات بے کراں ہیں وقت کے ساتھ، بدلتی ہوئی دنیا، تازہ سائنسی انکشافات کی روشنی میں اِن موضوعات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور مستقبل میں مزید اضافہ ہوتا جائے گا اگرچہ بنیادی طور پر نعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف وتحسین پر مشتمل صنف ہے لیکن آپؐ کی سیرتِ طیبہ، اخلاق وفضائل کے تذکار کے ساتھ ساتھ پورے دینِ اسلام کے مضامین اور امّت مسلمہ کے مسائل واحوال اِس صنف کے موضوعات میں شامل ہو گئے ہیں۔فخرِ بشرؐ اور خیر البشرؐ کے ساتھ بالواسطہ یا بلاواسطہ بنی نوع انسان کے احوال وواقعات بھی اس صنف میں منعکس ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

معنی اپنے اندر ہمیشہ لفظ سے اہم، وسیع اور ناپیدا کنار وسعتیں رکھتے ہیں لہٰذا نعت کے فن کی نسبت نعت کے افکار، مضامین اور موضوعات زیادہ توجہ کے حامل ہیں۔'برسبیلِ نعت' کا سلسلہ ختم ہونے والا نہیں موضوع سے موضوع اور بات سے بات آگے نکلتی ہے اِس صنف کا تعلق چونکہ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور سیرت کا موضوع وقت کے ساتھ مطالعے کے نئے نئے پہلو ہمارے سامنے لاتا ہے اِس طرح نعت کے بیانیے

میں بھی موضوعاتی اضافہ ہوتا رہتا ہے مختلف زبانوں میں نعتیں لکھنے والے ہزاروں نعت نگار اپنی نعتوں میں نئے نئے مضامین کا اظہار کر رہے ہیں۔ کائنات سے موضوع اخذ کرتے اور انہیں شائستگی سے نعت کا حصہ بنانے میں نعت نگار کی تخلیق اپج، شعری تجربہ، مطالعہ، مزاج اور مہارت کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے وقت کے ساتھ ساتھ جیسے جیسے اِس صنف کو زیادہ ادبی حیثیت کے تجربہ کار شاعر اور ناقد مہیا ہوں گے اِس صنف کے فکری خدوخال نکھرتے اور اِس کے موضوعاتی آفاق پھیلتے جائیں گے۔

''نعتیات'' کے ذیل میں مضامین اور افکار پر گفتگو ہمیشہ تشنہ رہے گی سال بہ سال، عشرہ بہ عشرہ اِس صنف میں تازہ کاری کے جویا فکری و فنّی اضافہ کرتے جائیں گے مستقبل میں نعت کے ناقد اِن اضافہ جات کو زیرِ جائزہ لاتے رہیں گے ہر زمانے کے اہلِ قلم اس صنف کے آداب ـــــ نعت میں قرآن کریم اور احادیثِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمول، شرعی قیود وضوابط، غلو، واقعاتی صداقتوں اور امکانی صداقتوں کے مسائل پر غور وفکر کرتے رہیں گے۔ یوں نئے نئے احوال ومسائل پر تازہ کاروں کی گفتگو اس صنف کی فکری وفنّی حدود میں اضافہ کرتی جائے گی۔

'نعتیات' میں شامل تحریریں ایک عاجزانہ آغاز ہے اس صنف کو کسی بڑے ناقد کا انتظار ہے جو اِس کی 'بوطیقا' مرتب کرے۔ مَیں اِس کام کے لیے بالکل اہل نہیں نعت کے بارے یہ تحریریں بعض مسائل کو سمجھنے اور سمجھانے کی سرسری سی کوششیں ہیں میر تقی میر کا شعر یاد آ رہا ہے

ؔ سب پہ جس بار نے گرانی کی

اُس کو یہ ناتواں اٹھا لایا

چار پانچ سال پہلے شروع ہوئے اس سلسلہ خیال میں بہت کچھ کہہ کر بھی اور بہت کچھ کہنے کی گنجائش ہے۔

مولینا روم نے اپنی مثنوی کے جب چھ دفتر مکمل کیے تو وہ کچھ اور بھی لکھنا چاہتے تھے پھر انھوں نے اپنی اس کیفیت کا اظہار کیا کہ اب کچھ اور لکھنا ممکن نہیں امید ہے میرے قاری اسے پڑھ کر وہ بھی سمجھ جائیں گے جو مَیں نہیں لکھ سکا اور جو لکھنا چاہتا ہوں ___ (مولینا کی اِس کیفیت کے بارے میں مَیں نے شمس الرحمان فاروقی کی ایک تحریر کے حوالے سے الگ ایک جگہ کچھ وضاحت کی ہے) مولینا نے اپنی مثنوی کا اختتام اچانک اس شعر پر کیا۔

ایں سخن را نیست ہرگز اختتام
پس سخن کوتاہ باید والسّلام

(اس سخن کا کبھی خاتمہ نہیں ہوسکتا پس بات کو مختصر کرنا چاہیے والسّلام ___)

یوں 'بشنوٗ' سے شروع ہونے والی مثنوی والسّلام پر ختم ہو جاتی ہے 'بر سبیلِ نعت' سے شروع ہونے والی تحریر بھی والسّلام پر ختم ہو رہی ہے۔

......O......

فلیپ

ڈاکٹر ریاض مجید کو، پاکستان میں، نعتیہ ادب پر پہلا تحقیقی مقالہ لکھنے کا شرف حاصل ہے۔تنقیدی اشارے اُن کے مقالے میں بھی ملتے ہیں، لیکن جب ''نعت رنگ'' میں ۱۹۹۵ء سے، اصلاحِ مضامین و اسالیبِ نعت کی تحریک کا آغاز ہُوا تو انھوں نے بڑے خلوص سے اِس تحریک میں فعال کردار ادا کیا۔''بر سبیلِ نعت'' کے عنوانات سے اُن کی متعدد تحریریں، نعت رنگ کی زینت بنیں۔نعت رنگ کے لکھاریوں میں شامل جن لوگوں نے نعت نگاری کے لیے خصوصی ''بوطیقا'' کی ضرورت کو محسوس کیا اُن میں ڈاکٹر ریاض مجید، پیش پیش رہے۔نعتیہ ادب کے لیے''بوطیقا'' وضع کرنے کا جو خیال انھوں نے درجِ ذیل پیراگراف میں پیش کیا ہے، دراصل اُن کی یہ کتاب، اِسی خیال کو واقعہ بنانے کی ایک صورت ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''میری بڑی خواہش تھی اور اب بھی شدید خواہش ہے کہ اردو ادب کا کوئی باقاعدہ ناقد، نعت کے تخلیقی مسائل کے بارے میں کوئی ''بوطیقا'' (Poetics) یا مقدمۂ شعروشاعری جیسی کتاب لکھے''۔

لسانیاتی مباحث،، شرعی نکات، مسلکی مسائل کی نشاندہی، متنِ نعت پر اعتراضات میں مسلکی تعصب کا رنگ، نعتیہ مضامین میں دوسرے مسالک کی تحقیر اور طنز و تشنیع، شاعری کے فن کو ''خونِ جگر'' سے سیراب کرنے پر زور، خیال و فکر کو سائنسی شعور سے ہم آہنگ کرنے کے مشورے، اچھی شاعری کے نمونے اور اسقامِ شاعری کی طرف اشارے، محافلِ نعت میں پڑھے جانے والے کلام اور اندازِ پیش کش پر اظہارِ خیال۔سب ہی کچھ تو اس کتاب کے متن سے روشن و مبرہن ہے۔مصنف نے بڑے دینی جذبے کے ساتھ اصلاحِ احوال کے لیے مشورے بھی دیئے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''آج کی نعت میں سچے تخلیقی تجربوں کی نادرہ کاری، کم کم نظر آتی ہے''۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر موصوف، اظہارِ عقیدت کو سلیقہ مندئ ہنر اور سائنسی ارتقا

کے معلوماتی دائرے میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ یقیناً ایسی کاوشوں کے بغیر، نعتیہ ادب کو ادبِ عالیہ کی سطح پر تخلیق کرنا ممکن نہیں۔

نعت نگار شعرا، نعت خواں حضرات اور نعت سے دلچسپی رکھنے والے تمام طبقات کے لیے اس کتاب کی خواندگی انتہائی ناگزیر ہے۔نعت گوئی کے سلیقے سیکھنے کے لیے ، یہ کتاب ''بحرالفصاحت'' سے کم نہیں ہے۔ بلاشبہ ڈاکٹر ریاض مجید نعت کے موضوعات اور اسالیب کے تنوع پر بالکل صحیح روشنی ڈالتے ہیں، جب کہتے ہیں:

ہیں نوعِ بشر کے سانس جتنے ، انداز ہیں نعتِ شہؐ کے اتنے
کس طرح کوئی گِنے کہ کتنے ؟ لاریب ہیں سو کھرب سلیقے

میں ڈاکٹر صاحب کو 'نعتیات' کی اشاعت پر مبارکباد دیتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اُن کا درد ، درِ دامت میں ڈھل جائے ! (آمین بجاہِ سید المرسلین، خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام) !

اتوار: ۵/شوال المکرّم ۱۴۴۵ھ مطابق: ۱۴/اپریل ۲۰۲۴ء

......O......

ڈاکٹر ریاض مجید کو، پاکستان میں، نعتیہ ادب پر پہلا تحقیقی مقالہ لکھنے کا شرف حاصل ہے۔ تنقیدی اشارے اُن کے مقالے میں بھی ملتے ہیں، لیکن جب ''نعت رنگ'' میں ۱۹۹۵ء سے، اصلاحِ مضامین و اسالیبِ نعت کی تحریک کا آغاز ہُوا تو انھوں نے بڑے خلوص سے اِس تحریک میں فعال کردار ادا کیا۔ ''برسبیلِ نعت'' کے عنوانات سے اُن کی متعدد تحریریں، نعت رنگ کی زینت بنیں۔ نعت رنگ کے لکھاریوں میں شامل جن لوگوں نے نعت نگاری کے لیے خصوصی ''بوطیقا'' کی ضرورت کو محسوس کیا اُن میں ڈاکٹر ریاض مجید، پیش پیش رہے۔ نعتیہ ادب کے لیے ''بوطیقا'' وضع کرنے کا جو خیال انھوں نے درج ذیل پیراگراف میں پیش کیا ہے، دراصل اُن کی یہ کتاب، اِسی خیال کو واقعہ بنانے کی ایک صورت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''میری بڑی خواہش تھی اور اب بھی شدید خواہش ہے کہ اردو ادب کا کوئی باقاعدہ ناقد، نعت کے تخلیقی مسائل کے بارے میں کوئی ''بوطیقا'' (Poetics) یا مقدمۂ شعروشاعری جیسی کتاب لکھے''۔

لسانیاتی مباحث،، شرعی نکات، مسلکی مسائل کی نشاندہی، متنِ نعت پر اعتراضات میں مسلکی تعصب کا رنگ، نعتیہ مضامین میں دوسرے مسالک کی تحقیر اور طنز و تشنیع، شاعری کے فن کو ''خونِ جگر'' سے سیراب کرنے پر زور، خیال و فکر کو سائنسی شعور سے ہم آہنگ کرنے کے مشورے، اچھی شاعری کے نمونے اور اسقامِ شاعری کی طرف اشارے، محافلِ نعت میں پڑھے جانے والے کلام اور اندازِ پیش کش پر اظہارِ خیال۔ سب ہی کچھ تو اس کتاب کے متن سے روشن و مبرہن ہے۔ مصنف نے بڑے دینی جذبے کے ساتھ اصلاحِ احوال کے لیے مشورے بھی دیئے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''آج کی نعت میں سچے تخلیقی تجربوں کی نادرہ کاری، کم کم نظر آتی ہے''۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر موصوف، اظہارِ عقیدت کو سلیقہ مندیٔ ہنر اور سائنسی ارتقا کے معلوماتی دائرے میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ یقیناً ایسی کاوشوں کے بغیر، نعتیہ ادب کو ادبِ عالیہ کی سطح پر تخلیق کرنا ممکن نہیں۔

نعت نگار شعرا، نعت خواں حضرات اور نعت سے دلچسپی رکھنے والے تمام طبقات کے لیے اس کتاب کی خواندگی انتہائی ناگزیر ہے۔ نعت گوئی کے سلیقے سیکھنے کے لیے، یہ کتاب ''بحر الفصاحت'' سے کم نہیں ہے۔

بلاشبہ ڈاکٹر ریاض مجید نعت کے موضوعات اور اسالیب کے تنوع پر بالکل صحیح روشنی ڈالتے ہیں، جب کہتے ہیں:

ہیں نوعِ بشر کے سانس جتنے، انداز ہیں نعتِ شہؐ کے اتنے
کس طرح کوئی گنے کہ کتنے؟ لاریب ہیں سوکھرب سلیقے

میں ڈاکٹر صاحب کو 'نعتیات' کی اشاعت پر مبارکباد دیتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اُن کا درد، درِ دامت میں ڈھل جائے! (آمین بجاہِ سید المرسلین، خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام)!

عزیز احسن

اتوار: ۵؍شوال المکرم ۱۴۴۵ھ مطابق: ۱۴؍اپریل ۲۰۲۴ء